امام احمد رضا
اور
علماءِ سندھ
از
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ناشر
المختار پبلی کیشنز کراچی

امام احمد رضا اور علماءِ سندھ

از

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ناشر

المختار پبلی کیشنز کراچی

نام رسالہ -------- امام احمد رضا اور علماء سندھ

تحریر -------- پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

سن اشاعت -------- ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵ء

تعداد -------- ایک ہزار

نگران طباعت -------- اقبال احمد اختر القادری

ہدیہ -------- روپیہ

ناشر

☆ ☆
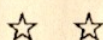
المختار پبلی کیشنز

○ ۲۵۔ جاپان مینشن رضا چوک (ریگل) صدر کراچی ۷۴۴۰۰

فون ۷۷۲۱۲۱۹ / ۷۷۲۵۱۵۰

○ D۔۴/۲۴، اسٹریٹ نمبر ۳۸، ۶/۱۔F، اسلام آباد ۴۴۰۰۰

فون ۸۲۵۵۸۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الکریم

مرجع الخلائق والعلماء

سید وجاہت رسول قادری

صدر ادارہ

اسلام ایک دین کامل و اکمل ہے' ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

"اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔" (المائدہ ۔۵ آیت ۔۳)

اسلام سرتاپا سلامتی ہے' حق ہے' نور ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اسلام حق والکفر باطل' الاسلام نور والکفر ظلمت یعنی اسلام ہی صداقت ہے' اسلام ہی نور ہدایت ہے اور کفر باطل اور ظلمت وجہالت ہے۔

صاحب قرآن و شارع اسلام' سید عالم نور مجسم' احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس میں ایک ایسا مینارہ نور ہے جس سے اگلے پچھلے سب کسب نور کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ آپ کی ذات اقدس مرجع کائنات ہے' مبدء فیض ہے' کائنات کی ہر شے اپنی حیات' وجود اور ضروریات کے لئے آپ کی محتاج ہے' آپ ہی کی طرف رجوع کرتی ہے اس لئے کہ آپ ہی وجہ تخلیق کائنات ہیں' آپ ہی تمام انبیا ورسل علیہم السلام کے امام اور خاتم

النبین ہیں، آپ ہی شریعت کو مکمل کرنے والے اور دین کامل کے لانے والے ہیں، آپ ہی شارع ہیں، آپ ہی ھادی ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید کے آپ ہی حامل ہیں۔ آپ کے بعد اب قیامت تک نہ کوئی کتاب ہے، نہ کوئی نبی نہ رسول، لیکن امام الانبیا، خاتم النبین، شارع علیہ الصلوٰۃ السلام نے اللہ عزوجل کی عطا سے ایسا اہتمام وانتظام فرمادیا ہے کہ قیامت تک اب کبھی نبی یا رسول کے بغیر بھی بنی نوع جن وانس نور ہدایت سے مستفیض و مستنیر ہوتی رہے گی۔

حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"بلاشبہ تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے یعنی قرآن مجید اور میری سنت"

(خطبہ حجتہ الودع)

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا **"علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل"** یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثال ہیں کہ خلق خدا ہدایت ودستگیری کے لئے انہی کی طرف رجوع کرے گی۔ اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"علماء دنیا کے چراغ ہیں اور انبیاء کے جانشین ہیں اور میرے اور دیگر انبیاء کے وارث" (کنز العمال ج ۱۰ ص ۷۷)

معلوم ہوا کہ قیامت تک امت مسلمہ بلکہ مخلوق خدا، اللہ رب العزت کے رسول مکرم و معظم، عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے انہی معظم ومکرم علما واولیا کی طرف اپنی دینی ودینوی، شرعی وروحانی ضروریات کی تکمیل کے لئے رجوع کرتی رہے گی۔

امام محمد احمد رضا خان ابن علامہ مولانا ابن نقی علی خان بریلوی علیہ الرحمتہ

کا شمار سید عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انہی علماء ربانین اور اولیا کاملین میں ہوتا ہے جن کے کمال علم و تقویٰ و جذبہ عشق واتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دور کے عوام وخواص بلکہ خواص الخواص کا مرجع بنادیا **"ھذا من فضل ربی یوتیہ من یشاء"**

اما احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمتہ ورضوان ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان صوبہ یوپی کے معروف شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ محدث بریلوی علیہ الرحمتہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محیر العقول فطانت وذکاوت سے نوازا تھا۔ چنانچہ اسی حیرت انگیز ذہانت کی وجہ سے وہ محض تیری سال دس ماہ اور پانچ دن کی مختصر مدت میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اپنے والد ماجد غزالی دوران حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمتہ کی موجودگی میں مسند استفتاء پر فائز ہوکر (۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء) اس وقت کے علما وفضلا کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔ محدث بریلوی علیہ الرحمتہ اس دن سے لیکر آخر عمر (۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) تک مسلسل پچاس سال فتوا نویسی، تصنیف وتالیف کا فریضہ انجام دیتے رہے انہوں نے اس عرصہ میں تصنیف وتالیف کا وہ کام سرانجام دیا جو بڑے سے بڑے ادارے انجام نہیں دے سکتے، ایک ہزار سے زیادہ کتب ورسائل، حواشی وشروح تحریر وتالیف کئے۔ آپ نے "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے عنوان سے فتاوی کی بارہ ضخیم جلدوں کا گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دیا ہے جس کو اگر فقہ اسلامی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ آپ کا فقہی شاہکار ردالمختار علامہ شامی کی پانچ جلدوں پر حاشیہ ہے، لیکن فقہ اسلامی کا کوئی معروف مجموعہ ایسا نہیں جو امام احمد رضا کی نظروں سے نہ گزرا ہو اور اس پر انہوں نے حاشیہ نہ لکھا ہو۔ علوم قرآن میں ان کا ترجمہ قرآن "کنز الایمان فی ترجمہ القرآن" کے نام سے اپنی سلاست روانی، روز مرہ، اور تقدیس الوھیت اور ادب رسالت کی خصوصیات کے اعتبار سے ایک

امتیازی شان کا حامل ہے۔ بلاشبہ امام احمد رضا بریلوی اپنے وقت کے عبقری ور نادر زمن ہستی تھے۔

مروجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، تاریخ، سیر، معانی، بیان، بدیع، عروض، ریاضی، توقیت، منطق، فلسفہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے جس کی وجہ سے وہ مرجع خلائق کے ساتھ ساتھ مرجع خواص اور خواص الخواص ہو گئے۔ تمام مروجہ علوم جدیدہ و قدیمہ میں ان کو مہارت تامہ تھی، مذکورہ علوم کے علاوہ طب، علم جفر، تکبیر، زیجات، جبرومقابلہ، لوگارثم، جیومیٹری، ٹرگنومیٹری، مثلث کروی، علم طبعیات، علم کیمیا، علم اقتصادیات وغیرھم ستر ۷۰ سے زیادہ علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا ہے اور ہر فن پر انہوں نے ایک یارگار تصنیف چھوڑی ہے، یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علما کو زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کی شہرت بحیثیت عالم جلیل، فقیہ اعظم اور محدث کبیر ان کے زمانے ہی میں سرزمین ہندو سندھ سے نکل کر عالم اسلام دیگر بلاد میں پھیل چکی تھی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

"یہاں بحمد اللہ تعالیٰ فتوے پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، .فضلہ ہندوستان، ودیگر ممالک مثلاً چین افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف وعراق سے استفتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں"

(حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ص ۱۳۲، مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

گویا امام احمد رضا کے فتاوے اور عملی کارنامے خود ان کی حیات میں بلاد اسلامیہ اور اکناف عالم میں سند کی حیثیت اختیار کرچکے تھے اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان ہمعصروں میں اور بعد کے دور یعنی دور حاضر میں بھی اپنے اور غیر اور ان سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی امام صاحب کی سند کو تسلیم کرتے ہیں اور

ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے معترف ہیں۔ چنانچہ فاضل بریلوی کے معاصر اور اس وقت کے شیخ الجامع حرم مکہ، حضرت علامہ عبداللہ بن زینی دحلان مکی نے جب امام موصوف ایک کتاب **"الدولتہ المکیہ بالمائدۃ الغیبیہ"** مطالعہ کی، جو انہوں نے مکہ مکرہ میں دوران سفرحج و زیارت روضہ اقدس، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں محض چند گھنٹوں میں فصیح عربی زبان میں تحریر کی تھی، تو بے ساختہ فرمایا۔

"وہ ذات پاک ہے جس نے اس کے مولف کو فضائل کے کمالات سے مشرف و مختص فرمایا اور اس کو اس زمانے کے لئے چھپا رکھا"۔

اس طرح امام احمد رضا سے شدید اختلاف رکھنے والے ان کے ایک ہم عصر، ندوۃ العلما کے ناظم اول، علامہ عبدالحیٔ لکھنوی (والد علام ابوالحسن ندوی) نزہت الخواطر جلد ہشتم میں امام صاحب کی فقاہت کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"فقہ حنفی اور اس کی جذئیات پر آگاہی ودسترس رکھنے والا ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو"۔

عظیم مفکر اور شاعر علامہ اقبال اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"ان کے فتاوی، ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں"۔

(مقالات یوم رضا حصہ سوئم ص ۱۰)

غرضیکہ امام احمد رضا کا یہ پہلو خاص طور پر لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس اپنے مسائل اور احکام شرعیہ کی تشریح اور فہم کے لئے رجوع کرتے ہیں فتاوی رضویہ کے مطالعہ سے جو حیرت انگیز حقیقت منکشف ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب سے رجوع کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسے حضرات کی ہے جو بجائے خود علم و فضل کے اعلی مقام پر فائز نظر آتے

ہیں مثلاً آپ کے مستفتیوں میں مفتیان کرام، مصنف اعلام، مشائخ عظام، عدالت ہائے عالیہ کے جج ووکلا صاحبان، یونیورسٹی کالج اور اسکول کے اساتذۂ کرام سب سوالی نظر آتے ہیں اور اپنی اپنی اشکال کا حل چاہتے ہیں۔ فتاوی رضویہ کی جدید ترتیب شدہ جلد اول مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ کے مقالہ بعنوان۔

"امام احمد رضا بریلوی ------ بحیثیت مرجع العلما" شائع ہوا جس کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ فتاوی رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں اور گیارہویں) میں کل ۴۰۹۵ استفتاء میں جن میں سے ۱۰۴۱ استفتاء علماء اور دانشوروں کے ہیں۔ گویا ایک چوتھائی تعداد علما اور دانشوروں کی ہے۔

امام احمد رضا کی شخصیت کے اس پہلو میں بڑی وسعت اور گنجائش ہے فتاوی رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں اور امام صاحب کے دیگر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ فتاوی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تعداد دو تین گناہ زیادہ ہوسکتی ہے کوئی محقق یا جامعہ کا ریسرچ اسکالر ادھر توجہ کرے تو اس پر نہ صرف ایک جہت بلکہ کئی جہات سے تحقیقی مقالات (تھیسس) تیار کئے جاسکتے ہیں اور یہ امام احمد رضا پر تحقیق کے اعتبار سے ایک نئی پیش رفت ہوگی۔ محبی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید مجدہٗ نے معارف رضا ۱۹۹۴ میں "امام احمد رضا اور علماء کراچی" کے حوالے سے ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا تھا، قارئین نے اس کو بہت سراہا اور تقاضا کیا گیا کہ امام احمد رضا، برصغیر پاک وہند اور بلاد اسلامیہ کی طرح سندھ کے عوام وعلماء فضلاء کے بھی مرجع تھے۔ اس لئے دور حاضر کے متقی کے تحت اس حوالے سے کوئی تحقیقی مقالہ ضرور لکھا جانا چاہئے۔

حضرت علامہ عبدالکریم درس علیہ الرحمتہ کا خانوادہ شہر کراچی کا قدیم علمی خانوادہ ہے۔ جہاں سے صدیوں سے درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری وساری رہا ہے اور اسلامی علوم و فنون کے چراغ جلتے رہے ہیں، حضرت

علامہ موصوف کے امام احمد رضا علیہ الرحمتہ سے گہرے روابط رہے ہیں اس اعتبار سے ان کے نبیرگان محترم مولانا حکیم اکبر درس صاحب اور مولانا اصغر درس صاحب اس عنوان پر تحقیقی مقالہ سپرد کرنے کے لئے موزوں ترین حضرات تھے۔ چنانچہ ماہر رضویات محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب دامت برکاتہم اور خود راقم نے بھی ان دونوں حضرات کی توجہ اس موضوع پر بار بار دلائی اور اس وجہ سے بھی کہ آج بھی ان حضرات کے پاس قدیم اخبار ورسائل اور مخطوطات کا وافر ذخیرہ موجود ہے جس سے مقالہ کی تیاری میں بڑی مدد مل سکتی ہے اور مواد و ماخذ کی تلاش وجدوجہد سے بہت حد تک رہائی مل سکتی ہے، لیکن ان حضرات کرام کی انفرادی اور معاشرتی مشغولیات نے آج تک باوجود زبانی وعدوں کے ان کو اس اہم کام کی طرف رجوع ہونے سے روکے رکھا ہے۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ تبارک وتعالیٰ عزیزی پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری زید علمہ، کو مزید ہمت وقوت عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل اور ایمان میں اضافہ فرمائے کہ انہوں نے اس عنوان پر تحقیقی مقالہ لکھنے کے لئے کمر باندھ لی اور اب یہ مقالہ ایک کتابچہ کی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ اور امام احمد رضا کی شخصیت پر تحقیق وتدقیق کا ذوق رکھنے والے حضرات کی تفنن طبع اور دعوت فکر ونظر کے لئے حاضر ہے۔

جیسا کہ موئف موصوف نے فرمایا کہ یہ عنوان بہت وسیع ہے اور اس میں بڑی گنجائش، بہت سی گمشدہ کڑیاں ملانی ہیں، کئی حضرت کے تذکرے نامکمل ہیں، کئی ناپید ہیں، امید ہے اس پر مزید کام کرنے والے اپنی راہیں خود پیدا کرلیں گے، اور گم شدہ سروں کو جوڑلیں گے لیکن یہ بات قابل ستائش ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھاکر تحقیقات رضویات میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے بلکہ اہل علم ودانش کو دعوت فکر وقلم اور تحریک وترغیب دی ہے کہ "امام احمد رضا اور علما سندھ" کے حوالے سے تاریخ کے قیمتی

سرمایہ کو جو اس وقت "کنز مخفی" ہے دنیائے تحقیق کے سامنے لائیں تاکہ تاریخ کی صداقتوں سے لوگ آگاہ ہوسکیں اور خود کا اور اپنے اسلاف کرام کا عرفان حاصل کرسکیں، اپنی سرزمین اور وطن سے پیار کرنا سیکھ سکیں اور دوسری طرف اپنے عقائد وایمان کے دفاع کرنے کی صلاحیت ان کے اندر پیدا ہوسکے اور خیرو شر میں امتیاز کرسکیں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ان تمام حضرات کا ممنون ہے جنہوں نے اس مقالہ کی تیاری اور اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کے لئے ہمارے ساتھ دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کیا خاص طور سے محترم مولانا حکیم اکبر درس، حضرت مولانا اصغر درس، شیخ طریقت فاضل نوجوان، محترم فرید الدین صاحب، حضرت پیر طریقت پیر عبدالخالق بھرچونڈی شریف، محترم صاحبزادہ عابد شاہ صاحب، چکوال۔ اس مقالے میں تحقیق وجستجوئے بسیار کے بعد مواد ماخذ جمع کئے گئے ہیں پھر بھی نادانستہ اگر کوئی غلطی یا فروگزاشت ہوگئی ہو تو ادارہ اس کے لئے معذرت خواہ ہے اور اس کی نشاندہی اور اصلاح کے لئے سپاس گزار ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمّد والہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واھلبیتہٖ وعلماء امتہٖ اجمعین وبارک وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امام احمد رضا اور علمائے سندھ

امام احمد رضا خاں قادری حنفی محدث بریلوی علیہ الرحمتہ ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ ر ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو انڈیا کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔(۱) آپ نے صرف ۱۳ سال ۱۰ ماہ اور ۵ دن میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ ر ۱۸۶۹ء میں اپنے والد ماجد مفتی نقی علی خاں قادری بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) ابن مفتی رضا علی خاں قادری بریلوی (م ۱۲۸۲ھ) کی درسگاہ سے سند فراغت حاصل کرلی اور اسی روز مسئلہ رضاعت پر پہلا فتویٰ لکھ کر خدمت دین کی ذمہ داری سنبھالی (۲) اور پھر مسلسل ۵۵ برس تک لکھتے ہی رہے جس کے دوران ۷۰ سے زائد مختلف علوم وفنون پر ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل تصنیف فرمائے اور ہزاروں فتوے لکھے جو فتادیٰ رضویہ کے نام سے معروف ہیں جس کی اب تک ۱۱ ضخیم جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔(۳)

امام احمد رضا خاں کے جد امجد یعنی مفتی رضا علی خاں قادری بریلوی نے اپنے خاندان میں "مسند افتا" کی بنیاد ڈالی (۴) جو آج چھٹی پشت یعنی مفتی سبحان رضا خاں قادری بریلوی ابن مفتی ریحان رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۴۰۵ھ ر ۱۹۸۵ء ابن مفتی ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۸۵ھ ر ۱۹۶۵ء) ابن مفتی حامد رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۶۲ھ ر ۱۹۴۳ء) ابن مفتی احمد رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ر ۱۹۲۱ء) ابن مفتی نقی علی خاں قادری بریلوی میں بھی جاری وساری ہے۔ (۵) بریلی کا دارالافتاء آج بھی پاک وہند میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

امام احمد رضا نے جب دین کے اشاعت کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت نہ صرف برصغیر بلکہ اکناف عالم میں دین اسلام دشمنوں کی سازشوں کے باعث سخت مشکلات سے دوچار تھا۔ عالم اسلام کی ماڈل حکومت اور سب سے بڑی سلطنت دولت عثمانیہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ برصغیر میں ایک دو نہیں بیسیوں تحریکیں

مسلمانوں کے عقائد کچلنے کے لئے سرگرم عمل تھیں۔ ایک طرف آریہ 'ہندو اور نصاریٰ مسلمانوں کے درپے تھے تو دوسری طرف باطل' مرتد اور بدمذہب فرقے یعنی شیعہ' وہابی' نجدی' نیچری' ندوی' قادیانی' چکڑالوی' خاکساری وغیرہ سر اٹھا رہے تھے۔ امام احمد رضا نے عالم اسلام کی طرف سے تمام باطل فرقوں اور ان کی طرف سے چلائی جانے والی تحریکوں کا رد کیا (۶) اور ان سے کہیں بہتر حل ملت اسلامیہ کے لئے پیش کیا اور سینکڑوں رسائل عربی' فارسی اور اردو زبان میں لکھ کر دین اسلام کا احیاء فرمایا اور مجدد دین وملت کا بھرپور کردار ادا کیا۔

امام احمد رضا خاں نے اپنی ہزار سے زائد تصنیفات و تالیفات میں مجتہدانہ صلاحیت دکھا کر عالم اسلام کے مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر اور نشانی بن گئے۔

فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون ○ (النحل: ۴۳)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنزالایمان

چنانچہ آپ سے سوال کرنے والوں میں عام لوگوں کے علاوہ علماء و مشائخ' سائنسداں' اسکول' کالج' یونیورسٹی کے اساتذہ' دانشور حضرات' وکلاء اور جج صاحبان بھی شامل تھے۔ آپ کے پاس بلاد اسلامیہ اور دیگر کئی ممالک سے استفتاء آتے مثلاً افغانستان' عراق' چین' برما' سیلون' ساؤتھ افریقہ' نیپال' بھوٹان' بنگلہ دیش' پرتگال وغیرہ۔ پاکستان کے بھی تمام صوبوں سمیت کشمیر' گلگت اور سوات جیسے دور دراز علاقوں سے بھی استفتاء آپ تک پہنچتے۔ تقریباً" تمام ہی علوم و فنون سے متعلق سوالات آپ سے پوچھے گئے اور آپ نے اس مناسبت سے مدلل جوابات تحریر فرمائے۔ ان سوالات کے جوابات کی پانچ مختلف انواع دستیاب ہوسکی ہیں یعنی اردو' فارسی اور عربی نثر کے علاوہ منظوم فارسی اور منظوم اردو میں بھی آپ نے جوابات تحریر کئے۔ (۷) ان تمام خوبیوں' اور خداداد صلاحیتوں کے

باعث جلد ہی مرجع خلائق بن گئے چنانچہ ہر کوئی آپ ہی کی طرف رجوع کرتا نظر آتا ہے۔ وقت نے آپ کی تحریر کو حجت بنادیا، آپ کو کبھی بھی اپنی تحریر واپس لینے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ آپ نے فیصلہ لکھتے وقت کبھی دین کے اصولوں سے انحراف نہیں کیا۔ اس کا اقرار آپ کے ایک مخالف ہم عصر مورخ خواجہ حسن نظامی نے بھی کیا۔

"بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد "مجدد مأۃ حاضرۃ" کہتے ہیں در حقیقت طبقہ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکہ کی کتابیں لکھیں ہیں جو سالہا سال سے وہابیہ کے زیر تحریر و تقریر تھیں اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی و شافی نہیں دیئے گئے تھے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات کی خاص شان اور خاص وضع ہے یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہئے۔ ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، مگر شاید ان لوگوں نے شاہ اسمٰعیل دہلوی اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھی ہیں جس کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے، جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا "بہادر صف شکن" "سیف اللہ" سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔" (۸)

امام احمد رضا خاں کی مجددانہ اور مجتہدانہ صلاحیتوں کا شہرہ تمام عالم اسلام میں تھا۔ علماء بھی اپنی علم کی پیاس بجھانے کے لئے آپ ہی کی جانب رجوع کرتے ان

اوراق میں پاکستان کے صوبے سندھ سے تعلق رکھنے والے صرف ان علماء و مشائخ کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے جنہوں نے استفتاء بھیج کر یا بالمشافہ ملاقات کر کے دینی، دنیاوی، سیاسی، معاشرتی مسائل میں آپ سے استفادہ کیا۔ ان علماء و مشائخ کا تعلق سندھ کے مختلف علاقوں مثلاً کراچی، سکھر، ڈھرکی، بھرچونڈی، مٹاروی، شکارپور، گڑھی اختیار خاں، حیدر آباد سندھ وغیرہ سے تھا۔ چند معروف علماء کرام کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) علامہ عبدالکریم درس بانی مدرسہ درسیہ (صدر) کراچی
(۲) علامہ الشاہ غلام رسول قادری بانی خانقاہ قادریہ (سولجر بازار) کراچی
(۳) علامہ حافظ عبداللہ قادری خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف
(۴) علامہ سید سردار احمد شاہ قادری گڑھی اختیار خاں
(۵) شیخ ہدایت اللہ السندی البکری المٹاروی
(۶) مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی
(۷) مولوی خدا بخش ڈھرکی، سکھر
(۸) مولانا محمد محسن علی ہاشمی، شکارپور
(۹) پیر سید ابراہیم قادری بغدادی، کراچی
(۱۰) مولانا احمد صدیقی نقشبندی، کراچی
(۱۱) مولانا عبدالرحیم بیگ، کراچی
(۱۲) مولانا عبدالرحمان مکرانی، کراچی
(۱۳) مولانا سید کریم شاہ، کراچی

حضرت علامہ عبدالکریم درس "علیہ الرحمۃ":۔

آپ کے حالات اور تذکرے کتابوں کی زینت نہ بن سکے۔ آپ کے حالات زندگی آپ کے پوتے مولانا اصغر درس کے اخباری مضمون سے حاصل کئے گئے

ہیں' ملاحظہ کیجئے:-

حضرت علامہ عبدالکریم درس ابن شیخ التفسیر علامہ عبداللہ درس ابن مولانا خیر محمد درس ابن مولانا عبدالرحیم درس شہر کراچی میں ۱۸۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی' جنہوں نے ۱۱۳ برس کی زندگی پائی اور عمر کے آخری حصہ میں فارسی زبان میں مکمل تفسیر تصنیف فرمائی جس کا نسخہ مدرسہ درسیہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اپنے والد ماجد سے تمام مروجہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے پہلے ایران اور پھر جامعہ الازہر قاہرہ تشریف لے گئے جہاں انہوں نے مصری' یمنی اور عراقی علماء سے استفادہ کیا۔ آپ نے سند حدیث شیخ حسین بن محسن الخزرجی سے حاصل کی آپ کی یہ سند و اجازت حدیث کتب خانہ درسیہ میں محفوظ ہے۔ آپ کو سلسلہ قادریہ میں نقیب الاشراف السید آغا عبدالسلام الگیلانی (م ۱۳۴۰ھ) سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل ہے۔ عالم اسلام کے جید علماء کرام سے آپ کے گہرے مراسم تھے خصوصاً" امام احمد رضا خان محدث بریلوی مولانا ہدایت رسول' شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی' ابوالحسنات قادری (صاحب تفسیر الحسنات) مولانا ابوالبرکات سید دیدار علی شاہ الوری' مولانا یوسف محمد شریف کوٹلوی' پیر سید جماعت علی شاہ' پیر سید تراب علی شاہ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے ۱۸۷۲ء میں مدرسہ درسیہ کی کراچی کے علاقے صدر میں باقاعدہ بنیاد ڈالی۔ یہاں سے فارغ ہونے والوں میں مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹوی (جد امجد مولانا ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی)' مولانا عبدالرحمان بلوچ خضدار بلوچستان' مولانا حافظ غلام رسول قادری' مولانا مفتی محمد صدیق مکران اور مولانا حافظ خدا بخش بلوچ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے طرابلس' بلقان اور ترکی کے جنگ سے متاثرین کے لئے ۱۹۱۳ء میں قاضی عبدالعزیز' پیر محمد فاروق سرہند اور عبداللہ ہارون کے ساتھ مل کر

خطیر مالی امداد بہم پہنچائی۔ تحریک پاکستان میں بھی انگریزوں کے خلاف بڑی اہم خدمات انجام دیں۔ آپ کا ۱۳۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے صاحبزادے ظہور الحسن درس نے تحریک پاکستان کے حوالے سے کافی شہرت پائی جن کا وصال بھی کراچی میں ۱۹۷۳ء میں ہوا۔(۹)

شہر کراچی کے ممتاز عالم دین اور سلسلہ درسیہ قادریہ کے جلیل القدر شیخ طریقت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالکریم درس علیہ الرحمتہ کے اعلیٰ حضرت سے گہرے مراسم تھے۔ اس بات کا زیادہ علم نہیں کہ یہ مراسم کب سے تھے غالباً" ۱۹۰۶ء کے بعد مراسم قائم ہوئے ہوں گے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ ۱۹۰۶ء میں دوسرے حج سے واپسی پر کچھ دن شہر کراچی میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر امام احمد رضا نے ملفوظات میں بھی کیا ہے، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"جدہ پہنچ کر جہاز تیار ملا بمبئی کے ٹکٹ بک رہے تھے، خریدے اور روانہ ہوئے۔ جب عدن پہنچے معلوم ہوا کہ جہاز والے نے کہ رافضی تھا، دھوکا دیا، عدن پہنچ کر اعلان کیا کہ جہاز کراچی جائے گا۔ ہم لوگوں نے قصد کیا کہ اتریں اور بمبئی جانے والے جہاز میں سوار ہوں۔ اتنے میں انگریز ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا بمبئی جانے والوں کو قرنطینہ میں رہنا ہوگا۔ ہم نے کہا کہ اس مصیبت کو کون جھیلے اس سے کراچی ہی بھلی راستے میں طوفان آیا اور ایسا سخت کہ جہاز کے لنگر ٹوٹ گئے سخت ہولناک آواز پیدا ہوئی مگر دعاؤں کی برکت کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر طرح کی امان رکھی۔

جب کراچی پہنچے ہیں ہمارے پاس صرف دو روپئے باقی تھے۔ اور اس زمانے تک وہاں کسی سے تعارف نہ تھا۔ جہاز کنارے کے قریب ہی لگا اور عین ساحل چنگی کی چوکی، جس پر انگریز یا کوئی گورا نوکر، اسباب کثیر، یہاں محصول تک دینے کو

نہیں ہر چیز کی تعلیم ارشاد فرمانے والے پر بے شمار درود و سلام! ان کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا پڑھی وہ گورا آیا اور اسباب دیکھ کر بارہ آنے محصول کہا، ہم نے شکر الٰہی کیا اور بارہ آنے دے دیئے۔ چند منٹ بعد وہ پھر آیا، اور کہا نہیں نہیں اسباب دکھاؤ، سب صندوق وغیرہ دیکھے اور بارہ آنے کہہ کر چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور سب صندوق کھلوا کر اندر سے دیکھے اور پھر بارہ آنے ہی کہے اور رسید دے کر چلا گیا۔ اب سوا روپیہ باقی رہا۔ اس میں سے منجھلے بھائی مرحوم مولوی حسن رضا خاں بریلوی کو تار دیا کہ دو سو روپیہ بھیجیں۔" (۱۰)

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر سید محمد عارف رقمطراز ہیں:

"مولانا احمد رضا خان ۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج سے واپس ہوئے تو کراچی میں سندھ کے مشہور عالم دین مولانا عبدالکریم درس (مدرسہ درسیہ کراچی) کے ہاں قیام فرمایا اور یہیں سے واپس بمبئی گئے۔ مولانا درس کا مولانا بریلوی سے قلمی اور قلبی رابطہ پہلے ہی سے تھا چنانچہ ان کے خاندانی کتب خانے میں اب بھی مولانا کے خطوط موجود ہیں۔" (۱۱)

مولانا عبدالکریم درس علیہ الرحمتہ کے حالات کتابوں میں زیادہ مذکور نہیں البتہ ان کے نبیرہ محمد اصغر درس صاحب نے اعلیٰ حضرت کی نسبت سے چند اہم واقعات زبانی بتائے جن کو راقم یہاں قلمبند کر رہا ہے اس سلسلے میں راقم کو مدرسہ درسیہ میں اس جگہ بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوا جہاں اعلیٰ حضرت نے ۵-۶ دن قیام فرمایا تھا۔ کچھ کتب اور اعلیٰ حضرت کے خطوط بنام مولانا عبدالکریم درس بھی دیکھے مولانا محمد اصغر درس نے جو اہم واقعات سنائے وہ یہاں قلمبند کئے جا رہے ہیں:۔

علامہ عبدالکریم درس کے علماء دیوبند کے ساتھ شہر کراچی میں مسئلہ علم غیب عطائی پر کئی مناظرے اور مباحثے ہوئے۔ مولانا عبدالکریم درس کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی پر وہی عقیدہ تھا جو ۱۴ سو سال سے اہلسنت و

جماعت کا چلا آرہا ہے چنانچہ انہوں نے اس موقف کی تائید فرمائی اور دیو بندی حضرات سے مناظرے بھی کئے اس سلسلے میں آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے رجوع بھی کیا اور ان سے مدد بھی طلب کی چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے تصنیف شدہ کئی رسائل کے ساتھ ساتھ علامہ عبدالکریم درس کی مدد کے لئے ان کے خط کے جواب میں اپنے شاگرد و خلیفہ حضرت علامہ مفتی ہدایت رسول قادری "1" (م ۱۹۱۵ء) کو ۱۹۱۱ء میں چند علماء کے ساتھ کراچی بھیجا۔ آپ نے کراچی پہنچ کر مولانا عبدالکریم درس کے ساتھ مل کر دیو بندی حضرات کو علم غیب کے مناظرے میں شکست سے دوچار کیا۔

علامہ عبدالکریم درس نے علم غیب کے موضوع پر سندھی زبان میں ایک رسالہ بعنوان "ایضاء الحق" قلمبند کیا تھا جو شائع بھی ہوا اس رسالے میں مولانا عبدالکریم درس نے ان کلمات سے برملا اپنے عقیدے کا اظہار کیا۔

"میرے عقائد اس سلسلے میں وہی ہیں جو آج کے دور کے امام الامام

"1" مولانا ہدایت رسول القادری لکھنؤی ابن مولانا سید محمد احمد رسول قادری خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا وصال ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ ر ۱۹۱۵ء میں ہوا جن کے لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا "آج میرا دست راست جاتا رہا" اور جب کراچی میں مولانا عبدالکریم درس کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

میرا دل سوز سے آتش فشا ہے
پگھلتا جس سے مغز استخواہ ہے
اگر ہے بلبل شیراز سعدی
ہدایت بلبل ہندوستان ہے
بس اب درس یہ تاریخ کہدو
امام الواعظین معجز بیان ہے
- - - ۱۳۳۳ھ - - - - (۱۲)

"مجدد مائتہ حاضرۃ" مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ہیں جو ان کی کتاب الدولتہ المکیہ، خالص الاعتقاد انباء المصطفیٰ میں درج ہیں۔ (۱۳)

مولوی دین محمد وفائی سندھ کے نامور ادیب، صحافی اور مورخ تسلیم کئے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی سندھی تالیف "تذکرہ مشاہیر سند" ۳ جلدوں میں مکمل کی تھی اس کی پہلی جلد میں مخدوم حسن اللہ پٹائی صدیقی "2" کے تذکرہ میں کراچی میں علم غیب کے مسئلہ پر علماء کے جو موقف تھے اس کو بیان کیا ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں۔

"۱۹۱۱ء میں کراچی میں مولوی عبدالکریم درس کے ذریعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے مسئلہ پر زبردست اختلافی طوفان کھڑا ہو گیا تھا (الف) جس میں علماء دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈو اور مظہر العلوم کراچی (ب) کے علماء اس بات کے قائل تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی قدر علم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے شریعت اور مخلوق کی ہدایات کے لئے عطا کیا ہے مگر مولوی درس اور دوسرے کئی علماء کا کہنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی جزوی اور ماکان ومایکون (جو کچھ ہو گیا اور جو کچھ آئندہ ہو گا) ان سب کا علم ہے۔ علامہ سید اسد اللہ شاہ ٹھکرائی بھی مولوی درس والے گروہ میں شامل تھے۔ پیر زادہ حاجی غلام مجدد صاحب کی استدعا پر مخدوم حاجی حسن اللہ صاحب

"2" مخدوم حسن اللہ ولد مخدوم وھب اللہ صدیقی پٹائی نے اپنے چچا مخدوم حاجی فضل اللہ (م ۱۲۹۰ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ پوری زندگی درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں گزاری۔ اہل حدیث حضرات سے کئی معاملات میں تحریری اور زبانی مناظرے کئے۔ حنفی مذہب میں بڑے سخت تھے اس سلسلے میں کئی رسائل لکھے۔ مولوی دین محمد وفائی کے استاد مولانا ابوالفیض جتوئی آپ ہی کے شاگرد تھے نقشبندی طریقے پر ذکر و افکار فرماتے۔ آپ کا وصال ۱۳۳۹ھ میں ہوا

(ماخوذ: تذکرہ مشاہیر سندھ [illegible] ص ۱۷۹-۱۸۱)

(م ۱۳۳۹ھ) نے مدرسہ دارالفیض سونو جتوئی میں ہماری موجودگی میں اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "نور العینین فی اثبات علم الغیب سید الثقلین" رکھا اور جس کو درس پٹائی کے علما نے بہت پسند کیا" (۱۴)

مولوی دین محمد وفائی نے غیر جانبدار مورخ کا موقف اختیار کرنے کی بجائے سارا الزام مولانا عبدالکریم درس پر ڈال دیا کہ ان کے موقف کی وجہ سے زبردست اختلافی طوفان کھڑا ہو گیا جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ علم غیب اور کئی اہم بنیادی عقائد پر طوفان اس وقت کھڑا ہوا تھا جب برصغیر پاک و ہند میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب "تقویتہ الایمان" منظر عام پر آئی تھی جس کے اندر ایک دو نہیں ستّر سے زائد تعداد میں اہلسنّت و جماعت کے ۱۴ سو سالہ عقائد اور معاملات سے اختلاف کیا گیا۔ اس کتاب کا رد خود اس خاندان کی طرف سے سب سے پہلے شاہ مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ) نے کیا اور دو رسائل بعنوان "معید الایمان" اور "الحجہ العلی فی ابطال الجمل" لکھ کر خاندان شاہ ولی اللہ کی طرف سے بیزاری کا اعلان کیا۔ (۱۵)

مولوی دین محمد وفائی نے اپنے مندرجہ بالا تحریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس وقت علم غیب کے مسئلہ پر علماء دو حصوں میں تقسیم ہوئے تو ایک کی سربراہی مولانا عبدالکریم درس فرما رہے تھے اور دوسرے گروہ کے علماء کا تعلق دارالرشاد پیر جھنڈو اور مظہر العلوم کھڈہ کراچی سے تھا یعنی یہ دونوں مدارس دیوبندیت کا گڑھ تھے حالانکہ یہ بھی تاریخ کے آئینہ میں غلط ہے۔ یہ دونوں مدارس اہلسنّت و جماعت ہی کے تھے اور اس کی بنیاد بھی علماء اہلسنّت و جماعت نے ڈالی تھی بعد میں حالات اور سازشوں کے باعث ان دونوں اداروں پر دیوبندی حضرات کا اثر قائم ہو گیا۔ تاریخ کا دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے۔

مدرسہ مظہر العلوم کی تاریخ سے متعلق دور حاضر کے ایک مورخ و عالم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری اپنی تالیف تذکرہ اکابر اہلسنت میں رقمطراز ہیں:۔

"مولانا احمد الدین چکوالی (م ۱۳۴۷ھ) نے ۱۲۹۸ھ میں حج و زیارات اور وہاں سے تعلیم و تدریس کی اعلیٰ سندیں حاصل کرکے واپسی پر کراچی کے محلہ کھڈہ میں مولانا عبداللہ (م ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء) کے پاس کچھ عرصے قیام کیا اور وہاں ایک دینی مدرسہ مظہر العلوم قائم کیا جو آج بھی موجود ہے" (۱۴)

مولانا احمد الدین چکوالی کو مولوی محمد صادق ابن مولانا محمد عبداللہ نے بھی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کا بانی تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

مدرسہ مظهرالعلوم جي قائم ٿيڻ تي قصيدو

مولانا محمد صادق رح لکي ٿو :- " مولانا احمدالدين چڪوالي رحمة الله عليه مدرسه مظهرالعلوم جي باڻين مان آهي ۽ پاڻ مولانا عبدالله رحمة الله عليه جو سرگرم رفيق ڪار هو.

(رسالہ "الصادق" اگست ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۳۹)

مولوی مصطفیٰ قاسمی نے "الصادق" رسالہ میں ایک مضمون بعنوان "مدرسہ مظہر العلوم کراچی یا سندھ مرکز انقلاب" لکھا جس میں اس بات کا اقرار کیا کہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں اول صدر رس مولانا احمد چکوالی تھے جو پنجاب کے بہت بڑے فقیہ، ادیب اور عالم تھے

مولانا گل محمد صاحب جي وفات کان ۳ سال اڳ ۱۳۰۲ھ ۾ ڏکڻ سنڌ لاڙ ۾ مولانا عبدالله صاحب ڪراچيءَ ۾ هڪ ديني درسگاهہ جو بنياد رکيو جو اڳتي هلي مدرسه مظهرالعلوم کڏه ڪراچيءَ جي نالي سان بر صغير ۾ مشهور ٿيو. هن مدرسي جي اولين مدرسن مان مولانا احمد چڪوالي پنجاب جو وڏو فقيه ۽ اديب عالم هو.

(الصادق ص ۹۸)

مولانا احمد الدین چکوالی علیہ الرحمتہ نے مدرسہ مظہر العلوم کے قیام پر فارسی زبان میں ایک طویل نظم بھی لکھی تھی جس میں بعض مصرعے عربی زبان میں بھی ہیں اس کا عنوان تھا "وماھی الاذکر للمسلمین" (۱۳۰۴ھ) یہاں اس تاریخی نظم کو بحوالہ الصادق (ص ۱۴۰-۱۴۱) ملاحظہ کیجئے۔

مدرسہ مظھرالعلوم جي قائم ٿين جو سال ۱۳۰۲ھ آهي، ان موقعي تي مولانا احمدالدين مرحوم جا دلي تاثرات جو اندازو هيٺين نظم مان لڳايو، جنهن جي هڪ هڪ لفظ مان خلوص ۽ الله کارڻ هجڻ جو اظهار ٿئي ٿو. (روئداد ۷۰-۱۳۷۱ھ)

قصيدي جو عنوان هي آهي :

وما هي الا ذكر للمسلمين

۱۳۰۴ھ

بعد از تحميد صلوات و سلام — باد لائح بر ضمير خاص و عام
كاندرين حين از عنايات كريم — قد جري ينبوع فيض مستدام
از پئي احياء دين مصطفي — كس نمانده غير نام اندر انام
در كراچي بندر از جهد اتم — مدرسه جاري شده با انتظام
همت لائق گر براي اشتهار — آمد از ارباب معني اين كلام
هذه هي رحمة من ربكم — ايها الطلاب فوزوا بالمرام
مكة الاسلام مرقاة العلوم — فادخلوا بالسلم دا اهل السلام
هرچه قال الله و يا قال الرسول — يا بايں هر دو است وي را انضمام
اندرين تعليم خواهد شد ازان — محض اسلامي است ني از بهر نام
يعني صرف و نحو و تفسير و حديث — فقه بل منقول و معقول تمام
هم مجيب بس مقنطر نيز طب — علم تجويد و مواريث و كلام
هيئت و اقليدس و علم و حساب — اندر و باشد كملح في الادام
بر طريق سلف و منهاج قديم — الاهم فالاهم بالاعتصام

با مسمي اسم او دارد وفاق — ني بنام اسلام و في الواقع حرام
گر کشائي چشم عبرت بنگري — اين بلائي عام در چندين تمام
مدعا تعليم ممنوعات حق — نام اسلام از پئي دام عوام
بايد استغفار از علم چنين — بلک صد لاحول در هر صبح و شام
چند گويم شکوهٔ ابنائي دهر — صاننا الرحمان عن خدع اللئام
مولوي صاحب که عبدالله اوست — اندرين بنمود حسن اهتمام
رکن او ثاني سليمان مولوي است — در همين جهد است هردم شادکام
و از حسين ميمن ميمون بقا — همت عليا است و احسان تمام
اندر اخراجات اين فيض نبيل — او است تنها مستقل اهل زمام
حاجي مهران است هم در وي سهيم — مهر قلبي را نموده التزام
همچو ارکان شريعت چار يار — يا چو ارباب طريقت ذي احترام
بل ازين اربع عناصر معتبر — گشت اين جسم معيشن را قوام
از خدا مي خواهد احمد بهر شان — اين يجازيهم بها يوم القيام

و از کمال فضل خود کرده قبول — سازدش معقول مرغوب عظام
در ترقي داردش حمداً فحين — حسبتهٔ لله في کل النظام
مانده محفوظ از شرور مفسدين! — بر همين منوال بادا بر دوام
سه معلم بهر تدريس اند خاص — اندرين شغل است بر اشيا قيام
و از پئ طلاب مايحتاج له — حسب امکان داده خواهد شد مدام
سندي و هندي و يا صنف دگر — هر يکي را هست در وي اذن عام
ليک مشروط است بر متعلمين — اتباع شرع، بُعد از اتهام
تاکه در تهذيب اخلاق و عمل — خشية الله باشد ايشان را امام
با ادب باشند مرتاض علوم — در طلب باشند هردم مستهام
نيست اين جا ز خرفات دنيوي — از کراسي و قناديل و قرام
بلک هست اين انتظام اضعفا — و از مساکين است در وي از دکام
شاد باد آن مومن فرخنده بخت — کاندرو امداد داد از صدق تام
از برائي طالبان نقدي دهد — يا کتاب و يا لباس و يا طعام
يا بتاليف قلوب المؤمنين — نحو بذل المال في هذا المرام

تا بیابد در جزائي ایــن عمل ــ جنة الفردوس و یــا دار السلام
بیگمـان و الباقيات الصالحـات ـ با همین خیـرات دارد التیام
یا عبادالله و یا حــزب النبي ــ اندریں حین است دین در اهتمام
فرض عین دانید صرف جهد خویش ــ جانب تعلیم با شوق و غرام
از همہ خیرات این را برتري است ــ زینت دنیا است و عقبیٰ را عصام
این حیات چند روزه را کہ هست ــ بهر ایــن حسنات گیرد اغتنام
شاید از امــداد ارباب همم ــ بـاز ایــن اسلام یابد ابتسام
جائي این درس است در غربي شهر ــ نزد مچهلي مارکیت اي ذي احتشام
این محلہ چونکہ نو آباد گشت ــ با همین اسم است مشهور این مقام
چونکہ هست این مظهر جود و علوم ــ اسم و تاریخش همین گیر اي همام
محض بهر اطلاع اهــل دین ــ این سطور چند کردم ارتسام
گرچہ خاطر گوئدم هل من مزید ــ لیک اکنون بہ کہ سازم اختتام
صد صلوات و صد تحیات و سلام ــ بر رسول و آل و اصحاب کرام
(روئداد ۷۰ - ۱۳۷۱ھ)

مولانا عبداللہ کے صاحبزادے مولوی محمد صادق کراچوی (م ۱۳۷۲ھ) نے بھی مولانا احمد دین چکوالی سے تعلیم حاصل کی چنانچہ مولوی فیوض الرحمان نے اپنی تالیف "مشاہیر علماء دیوبند" میں یہ اعتراف بھی کیا کہ :۔

" آپ کے والد مولانا عبداللہ نے کراچی کے قدیم علاقہ کھڈہ میں سکونت اختیار کی۔ مولوی محمد صادق کراچوی (م ۱۳۷۲ھ) جن کی پیدائش ۱۲۹۱ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ مظہر العلوم میں حضرت مولانا احمد دین چکوالی سے چند سال تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں۔ آپ نے ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور پھر واپس کراچی آئے اور مظہر العلوم کھڈہ میں ۲ روپے مشاہرہ پر تدریس کا آغاز کیا۔ اور والد صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ کے مہتمم ہو گئے۔" (۱۷)

مدرسہ مظہر العلوم اور اس کے بانی مولانا عبداللہ مرحوم کے متعلق چند مزید انکشافات جناب عابد حسین شاہ صاحب نے چکوال سے ارسال کیے ہیں انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے (۱۸)

"گزشتہ سفر کراچی ۱۹۹۳ء کے دوران میں مدرسہ مظہر العلوم گیا اور مدرسہ کے مہتمم مولوی محمود حسن بن مولوی حافظ محمد اسمٰعیل بن مولوی محمد صادق کراچوی بن مولانا عبداللہ مرحوم سے ملاقات ہوئی اور ان سے چند معلومات مدرسہ مظہر العلوم سے متعلق معلوم ہوئیں۔

(۱) مولانا عبداللہ مرحوم مولانا احمد الدین چکوال کے شاگرد تھے اور مولانا احمد الدین شیخ زینی دھلان مفتی الشافعی (م ۱۳۰۴ھ ر ۱۸۸۶ء) مولف "الدرر السنیہ فی الرد علی الوھابیہ" کے شاگرد تھے۔

(۲) مدرسہ مظہر العلوم کی طرف سے مدرسہ کی تاریخ پر جو مضامین طبع ہوئے ان میں یہ کڑی بالکل گم کردی گئی کہ مولانا عبداللہ مولانا چکوالی کے شاگرد تھے۔

(۳) مولوی محمود حسن صاحب کے پاس مولانا عبداللہ کی وہ سند مل گئی جو مولانا احمد الدین چکوال نے مولانا عبداللہ کو دی تھی اس میں تفصیل سے ذکر ہے کہ مولانا نے کون کون سی کتابیں مولانا چکوالی سے پڑھیں اس پر مولانا کی مہر بھی ثبت ہے اور اس کی فوٹو کاپی میرے پاس محفوظ ہے یہ سند ۱۳۰۴ھ میں جاری کی گئی تھی۔

(۴) مدرسہ مظہر العلوم کے ابتدائی دور میں اس کا مزاج مسلک اہلسنّت کے مطابق ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہیں بس تاریخ کی گمشدہ کڑیاں جوڑنے کی ضرورت ہے۔ مولانا عبداللہ نے ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ "3"

"3" مولانا عبداللہ مرحوم نے اہلسنّت کے مقتدر عالم دین حضرت

(باقی اگلے صفحہ پر)

(۵) مولانا عبداللہ کے بیٹے مولانا محمد صادق کراچوی نے بھی مولانا احمد الدین چکوالی سے تعلیم حاصل کی بعد ازاں مدرسہ دیوبند میں داخل ہوئے اور وہاں سے واپسی پر مزاج بدل لائے اور کراچی پہنچ کر مدرسہ مظہر العلوم کا مزاج بھی بدل دیا۔ بعد ازاں مولوی دین محمد وفائی اور مولوی عبیداللہ سندھی اس مدرسہ سے منسلک ہو گئے اور یہ مدرسہ کانگریسی علماء کا گڑھ بن گیا۔ بعد ازاں لواری شریف کی خانقاہ کے خلاف چلنے والی تحریک کا مرکز و محور یہی مدرسہ تھا۔ مولوی محمد صادق نے لواری شریف کے مشائخ کے خلاف کتابیں بھی لکھیں اور پورے سندھ میں اخبارات اور رسائل میں مضامین بھی لکھے۔

(۶) ایک اہم انکشاف یہ سامنے آیا کہ ۱۹۰۷ء میں مدرسہ مظہر العلوم میں "دارالافتاء" کا شعبہ قائم کیا گیا تھا جس کے صدر مفتی مولانا عبداللہ مرحوم تھے اور اس کے نائب مفتی حضرت علامہ عبدالکریم درس تھے جبکہ کراچی کے متعدد مفتی صاحبان مولانا محمد صدیق، مولانا عبدالحق ہالائی، مولانا احمد بخاری وغیرہ اس کے باضابطہ ممبر تھے۔ (الصادق ۱۹۸۲ء ص ۴۸)

(۷) "دارالافتاء" مظہر العلوم کا تفصیلی ذکر ماہنامہ "الصادق" بزبان سندھی سو سالہ یادگار نمبر جلد دوم صفحہ ۴۵ - ۵۱ دیکھا جا سکتا ہے جس میں مولانا عبدالکریم کا ذکر بھی ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

علامہ حافظ علم الدین القادری (م ۱۳۲۵ھ) والد ماجد حافظ قاری علامہ غلام رسول القادری (م ۱۳۹۱ھ) کی نماز جنازہ جہانگیر پارک صدر میں پڑھائی تھی جس میں اہلسنت کے بہت سارے علماء و مشائخ بھی شریک تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ کسی دیوبندی یا وہابی سے اہلسنت کے عالم کے جنازے کی امامت جانتے بوجھتے کرائی جائے۔ معلوم یہ ہوا کہ حضرت مولانا عبداللہ اہلسنت و جماعت سے تعلق رکھتے تھے مگر آپ کے صاحبزادے اہلسنت سے منحرف ہو کر دیوبندی ہو گئے۔

(ماخوذ سہ ماہی رسالہ محراب دسمبر خاص نمبر کراچی)

تاریخ کے تمام شواہد سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو رہی ہے کہ مدرسہ مظہر العلوم (کھڈہ کراچی) اہلسنّت و جماعت کے علماء کرام نے قائم کیا تھا اور مولانا عبداللہ آخری وقت تک اہلسنّت و جماعت کے عقیدے پر قائم رہے مگر آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بیٹے مولوی محمد صادق کراچوی جو اپنے والد کے مذہب سے ہٹ کر دیوبندیت قبول کر چکے تھے اس کے مہتمم بن گئے جنہوں نے اس کو کانگریسی علماء اور دیوبندیت کا مرکز بنائے رکھا اور آج بھی مدرسہ اسی مکتبہ فکر کے علماء کے زیر سرپرستی قائم ہے۔

مدرسہ دارالرشاد (گوٹھ پیر جھنڈو) غالباً" ۱۹۰۱ء میں قائم کیا گیا اس مدرسہ کے ابتدائی ممتحنوں میں حافظ علم الدین القادری (م ۱۳۲۵ھ) کا ذکر ملتا ہے جو کئی برس تک ممتحن کی حیثیت سے دارالرشاد تشریف لے گئے۔* اس کا ذکر حافظ علم الدین القادری کے نبیرہ حضرت مولانا بشیر القادری المخفی (م ۱۹۶۴ء) نے اپنے ایک مضمون بعنوان "اقبال اور نظریہ تصوف" میں کیا تھا جو کراچی سے شائع بھی ہوا۔ بعد میں اس مدرسہ میں یقیناً" دیوبندی علماء کا مکمل اثر قائم ہوگیا اور یہ مدرسہ بھی کانگریسی علما کا مرکز بن گیا۔

خلافت موومنٹ کے دوران کا واقعہ ہے کہ کراچی میں ایک سال عید کے چاند کے سلسلے میں اختلاف ہوگیا اس زمانے میں کراچی کے ایک بااثر سیٹھ عبداللہ ہارون نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے مظہر العلوم کھڈہ کے مولوی محمد صادق کراچوی سے ۲۹ ویں رمضان کو عید کے چاند ہونے کا اعلان کروا دیا اور دوسرے دن عید الفطر کی نماز بھی کروادی مگر مولانا عبدالکریم درس اور دیگر علما نے شواہد نہ ملنے پر شوال کا چاند نظر نہ آنے کا اعلان کیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے ۳۰

---

* حضرت پیر راشد اللہ قادری صاحب جھنڈے والے بانی "دالرشاد" پیر جھنڈا گوٹھ سندھ کے ایماء پر میرے جد بزرگوار اس درس گاہ میں بطور ممتحن تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (اقبال کا نظریہ تصوف ص ۱۳۹، لاہور)

واں روزہ بھی رکھا اس اعلان کی وجہ سے سیٹھ عبداللہ ہارون نے مولانا درس اور دیگر علماء کا میمن برادری سے سوشل بائیکاٹ بھی کروایا مگر مولانا نے اپنے فتویٰ میں صاف صاف لکھ دیا کہ سیٹھ ہارون کو دین کے اندر مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے' آپ نے ایک استفتاء بنام اعلیٰ حضرت بریلی بھی روانہ کیا۔ اعلیٰ حضرت کی جانب سے فتویٰ مولانا درس کے موقف کی حمایت میں آیا جس پر اعلیٰ حضرت کے دونوں صاحبزادگان کے علاوہ کئی جید علماء کرام کی تصدیقات موجود تھیں۔ پمفلٹ کی شکل میں فتویٰ درس فیملی میں آج بھی موجود ہے اور راقم نے اس کو دیکھا بھی ہے۔

مولانا اصغر درس نے بتایا کہ دادا جان کے اکثر فتوے ہندوستان سے شائع ہونے والے رسالے الفقیہ میں شائع ہوتے رہے ہیں اور غالبا" ان کا یہ فتویٰ بھی کسی شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ آپ کے فتاوی کا مجموعہ مرتب نہیں کیا جاسکا۔ جناب عابد حسین شاہ مقیم چکوال نے بتایا کہ "الفقیہ" رسالے کے کئی مختلف شماروں میں مولانا عبدالکریم کے جو مضامین شائع ہوئے تھے وہ ان کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

مولانا محمد اصغر درس نے بتایا کہ جب ان کے والد مولانا ظہور الحسن درس "4" (م ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء) پیدا ہوئے تو دادا جان نے اعلیٰ حضرت کو اس کی خبر دی کہ ہمارے گھر ظہور الحسن پیدا ہوئے ہیں اعلیٰ حضرت نے تاریخی نام "ظہور الحسنین" تجویز کیا جس کے عدد ۱۳۲۰ھ بنتے ہیں یہ نام اگرچہ معروف نہ ہوسکا مگر مولانا عبدالکریم درس نے اس نام کو اس طرح تاریخ میں محفوظ کیا کہ جب آپ

"4" مولانا ظہور الحسن درس ۱۹۰۵ء / ۱۳۲۰ھ میں کراچی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم والد اور دادا سے حاصل کی ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہوئے۔ تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے اور صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول

بقیہ اگلے صفحہ پر

نے اپنے بیٹے کی تعلیم کے لئے عربی زبان میں ایک رسالہ بنام "الرسالہ الدرسیہ فی الفرائض الحنفیہ" لکھا تو اس میں اپنے لخت جگر کو اعلیٰ حضرت کے تجویز کردہ نام "قرۃ العینین ظهور الحسنین" لکھ کر خطاب کیا۔

مولانا اصغر درس صاحب نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دادا جان علیہ الرحمتہ کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ سے بڑی محبت تھی اور اکثر و بیشتر ان کی زبان پر اعلیٰ حضرت کا ذکر خیر رہتا۔ آپ عربی، سندھی، اردو اور فارسی کے بڑے اچھے شاعر بھی تھے چنانچہ آپ نے اپنی ایک نظم میں اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا اظہار اس طرح فرمایا:۔

گذشتہ صفحہ کا بقیہ

بنانے میں اہم کردار ادا کیا بعد میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شمولیت اختیار کرلی اور کراچی میں بزم سنیہ قائم کی اس کے زیر اہتمام ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں عید گاہ بندر روڈ پر عظیم الشان آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد کی جس میں جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے خطبہ بھی دیا اس میں آپ نے ایک نظم بھی پڑھی جس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں۔

لب پر ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

آپ نے اپنی تاریخ وصال خود استخراج کی

نگاہ د اشت ان اللہ مع الصابرین
۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۹۲ھ ۔ ۔ ۔ ۔

(ماخوذ از اکابر تحریک پاکستان از محمد صادق قصوری ص۔۹۹)

شعروں میں میرے اکثر انداز رضا کا ہے
سچ کہتے ہیں یہ جھوٹے یہ درس رضائی ہے
(مولانا عبدالکریم درس)

اعلیٰ حضرت کے وصال پر مولانا نے کئی تاریخی مادے نکالے اور عربی زبان میں ایک قطعہ بھی کہا جو مندرجہ ذیل ہے۔

موت العالم الجلیل موت العلم --- ۱۳۴۰ھ
مقبول حق احمد رضا --- ۱۳۴۰ھ

(قطعہ)

فارقنا بغتتہ سیدی احمد رضا
اسکنہ اللہ فی قربہ سبحانہ
ھمت لتاریخہ حین مثلت بہ
فھتف الھاتف ! یا احد اغفرلہ

---------- ۱۳۴۰ھ ----------

مولانا عبدالکریم درس، شہزادہ اعلیٰ حضرت حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۶۲ھ) کی دعوت پر اعلیٰ حضرت کے تیسرے عرس کے موقعہ پر ۱۹۲۴ء میں بریلی تشریف لے گئے مولانا حامد رضا نے اپنے خط میں آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا۔

"آپ جیسے اساطین ملت اور مبلغین کے لئے شرکت ازبس ضروری ہے"

مولانا درس کی لائبریری میں یہ خط اور اس وقت کا اشتہار جس میں مولانا درس کو خصوصی مہمان کی حیثیت سے مدعو کیا گیا تھا آج بھی محفوظ ہے۔

مولانا عبدالکریم کا اس عرس شریف میں شرکت سے واپسی کے بعد جلد ہی ۱۳۴۴ھ میں وصال ہوگیا۔ آپ کے وصال پر مولانا مفتی حامد رضا خان قادری بریلوی نے فارسی زبان میں ایک نظم کہی ہے جس میں تاریخی مادہ بھی نکالا، ملاحظہ کیجئے۔

درس عبد الکریم عبدکریم

کرد جان خودش بحق تسلیم

موت العالم لمیہ العالم

ثلمہ دین احمد بے میم

روح الرورح و سقاہ

زاب کوثر و جعفر و تسنیم

درس وعظ حمایت سنت

رد بدعات و طرفہ اہل جحیم

امر معروف نہی عن المنکو

کارا وبود در حیات کریم

درس دین نبی بگو حامد

ختم شد در کراچی ا تسلیم

- - - ۱۳۴۴ھ - - - - (۱۹)

حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی نے ایک قطعہ عربی زبان میں بھی لکھا تھا جس کو آپ نے کراچی کے ایک معروف بزرگ مولانا غلام رسول القادری کے ساتھ دستی روانہ کیا کہ مولانا درس کے مزار پر اگر کتبہ اب تک نہ لگا ہو تو اس قطعہ کو کتبہ پر لکھ کر لگا دیا جائے۔

مولانا شاہ حافظ قاری غلام رسول القادری:۔

مولانا حافظ شمس الفقراء ابو الرجاء نقیب الاولیاء الشاہ غلام رسول القادری القلندری ۱۳۰۶ھ میں کراچی میں مسجد قصابان صدر سے ملحقہ مکان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حافظ علم الدین قادری (م ۱۳۲۵ھ) اس مسجد کے امام و خطیب تھے جس کی باقاعدہ بنیاد مولانا غلام رسول قادری کے نانا مولانا محمد بشیر

القادری قریشی (م ۱۳۱۳ھ) نے رکھی اور اول خطیب مقرر ہوئے۔ مولانا حافظ علم الدین قادری نے یہاں قرآن و تجوید کا پہلا مدرسہ علمیہ قادریہ کے نام سے (۱۳۱۳ھ میں) قائم کیا جس میں متعدد قراء پیدا ہوئے اور آپ افضل القراء اور قدوۃ الحفاظ کے القاب سے مشہور ہوئے آپ کے انتقال پر مولانا عبدالکریم درس نے ایک طویل نظم کہی جس کے آخری شعر میں تاریخ وفات بھی ہے۔

تھے وہ سیدھے تو ہے تاریخ بھی سیدھی ان کی
درس نام ان کا لو حافظ علم الدین صاحب
---------- ۱۳۲۵ھ ---------- (۲۰)

شاہ غلام رسول القادری نے دینی تعلیم اپنے والد اور ماموں حضرت سائیں عبدالغنی القادری القلندری (م ۱۳۵۷ھ) سے حاصل کی۔ جو آپ کے خسر اور مرشد بھی تھے۔ کچھ عرصے مدرسہ درسیہ میں بھی تعلیم حاصل کی شاہ صاحب نے تعلیم کے بعد منازل طریقت کی تکمیل اور اکتساب کے لئے پورے ہندوستان سمیت تمام بلاد اسلامیہ کا سفر کیا اور سینکڑوں جید علماء و مشائخ سے ملاقاتیں کیں جن میں امام اہلسنّت امام احمد رضا خان محدث بریلوی، شاہ عبدالحق الہ بادی، شاہ عبداللطیف قادری المدنی اور مولانا ضیا الدین قادری المدنی قابل ذکر ہیں۔ مولانا ضیا الدین قادری المدنی نے شاہ غلام رسول قادری کے لئے اپنے صاحبزادے مولانا فضل الرحمان کو ہدایت فرمائی کہ جب بھی کراچی جائیں تو مولانا غلام رسول قادری سے ضرور ملاقات کریں۔ چنانچہ جب وہ کراچی آئے اور قادری مسجد سولجر بازار پہنچے جس کی بنیاد مولانا غلام رسول قادری نے ۱۹۲۱ء میں رکھی تھی تو ملاقات کے دوران فرمایا کہ۔

”مجھے میرے والد ماجد نے ہدایت فرمائی تھی کہ میں نہ صرف شرف ملاقات حاصل کروں بلکہ قدم بوسی کا شرف حاصل کروں کیوں کہ میرے والد نے فرمایا کہ

میں نے باطن کی نظر میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب قادری کو کراچی شہر میں ولایت کے مقام پر فردوقت پایا ہے۔" (۲۱)

شاہ غلام رسول القادری القلندری علیہ الرحمتہ کے آباؤ اجداد میں خاص کر والد ماجد حافظ شاہ علم الدین القادری بانی مدرسہ علمیہ قادریہ' نانا محمد بشیر القادری القریشی بانی مسجد و مدرسہ قصابان صدر کراچی' ماموں سائیں عبدالغنی القادری القلندری خلیفہ حضرت گل حسن شاہ صاحب قادری (مولف تذکرہ غوثیہ) نے سرزمین کراچی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے فروغ میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ شاہ غلام رسول القادری نے ۲۰ویں صدی کے شروع سے لے کر ۱۹۷۰ء تک کراچی کے کونے کونے میں سلسلہ قادری پھیلا کر قادریت کی صحیح معنوں میں کراچی میں مضبوط بنیاد ڈالی۔ اگر آپ کو سلسلہ قادریہ کراچی کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ کئی اور نام قادری سلسلے کے بزرگوں کے ملتے ہیں لیکن پاکستان آزاد ہونے سے قبل اس شہر کی آبادی چند لاکھ نفوس پر مشتمل تھی اس میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی لیکن آپ کی خانقاہی خدمت کے باعث بہت سے غیر مسلم بھی دولت ایمان سے فیضیاب ہوئے بلکہ اکثر قدیم باشندے قادری سلسلے میں آپ ہی سے بیعت ہیں۔ دیگر قادری بزرگوں کے نام تاریخ میں ضرور ملتے ہیں لیکن سلسلے کو فروغ اور وسعت آپ ہی کی ذات سے حاصل ہوا۔ اس کا اعتراف راقم نے پیر سید طاہر علاء الدین القادری البغدادی الگیلانی (م۱۹۹۱ء) ابن نقیب الاشراف و متولی الاوقاف شیخ المشائخ سیدنا حضرت محمود حسام الدین قادری جیلانی کی زبانی حضرت شاہ غلام رسول القادری کے ایک عرس کے موقعہ پر سنا جس میں آپ نے فرمایا کہ "بابا قادری سلسلہ کراچی میں حضرت سے پہچانا جاتا ہے یہ بہت بڑا ولی ہے غوث اعظم کا سچا عاشق ہے۔" پیر صاحب عیدین کے موقعہ پر کراچی میں ہوتے تو نماز عید آپ کی خانقاہ ہی میں ادا فرماتے۔

شاہ غلام رسول قادری نے اپنے آباؤ اجداد کے خانقاہی معاملات کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کو فروغ بھی دیا اس سلسلے میں روزانہ بعد نماز عصر کا حلقہ شریف، جمعرات کا حلقہ گیارہویں اور سترھویں کا حلقہ، تمام بڑی راتوں کی شب بیداری اور خصوصیت کے ساتھ محرم الحرام کی دس مجلسیں قابل ذکر ہیں، جس میں ہزاروں لوگ شریک ہوا کرتے۔ آج اس سلسلہ کی یہ خدمات سجادہ نشین صاجزادہ فرید الدین قادری انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی اولاد میں صاجزادہ علم الدین قادری "5" (م ۱۹۸۶ء) اور صاجزادہ بشیر الدین مخفی القادری (م ۱۹۶۴ء) نے کافی شہرت پائی دونوں صاجزادگان صاحب تصنیف بزرگ گزرے ہیں حافظ غلام رسول قادری بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ اس خانقاہ کی تصوف کی بیشتر تعلیمات منظوم کلام کی صورت میں شائع شدہ موجود ہیں چنانچہ کلیات قادری، قادری نامہ اول، دوم، بیاض علمی، منظوم صورت میں تصوف کی تعلیمات کا بہترین خزانہ ہیں شاہ صاحب

"5" صاجزادہ مولانا علم الدین القادری العلمی اپنے والد کے اول سجادہ نشین اور قادری مسجد کے خطیب و امام تھے۔ راقم نے ۱۴سال آپ کی صحبت میں گزارے اور آپ کو فنافی الشیخ کا نمونہ پایا۔ محرم الحرام کی دس مجالس، بڑی راتوں کی تقریبات اور جمعہ و عیدین کے موقع پر آپ کے وعظ سننے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ ایک اچھے شاعر تھے، قادری علمی تخلص فرمایا کرتے آپ کا سارا کلام تصوف کے رنگ میں رنگا ہے کوئی کلام ایسا نہیں جس میں غوث و خواجہ اور مرشد پاک کا ذکر نہ ہو۔ آپ کئی کتابوں کے مولف بھی ہیں اور آپ کے کئی نعتیہ اور منقبت کے دیوان شائع ہو چکے ہیں۔ راقم کو آپ کو لحد میں اتارنے کا شرف بھی حاصل ہے

خداوند کریم آپ کی قبر انور پر ہمیشہ رحمت کی بارش نازل فرمائے اور آپ کے فیوض برکات کو قیامت تک جاری و ساری رکھے۔

کی تصانیف کی تعداد تیس کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ اس میں بیشتر تصانیف منظوم کلام کی صورت میں ہیں آپ غلام تخلص استعمال کرتے تھے جو آپ کو بہت مرغوب تھا جس کا اظہار اس طرح فرمایا۔

ہو چکا روز ازل سے یہ غلامؔ قادری
عبد رب العالمین بردہ رسول اللہ کا (۲۲)

شاہ غلام رسول قادری سے قادری مسجد سولجر بازار میں عالم اسلام کی کئی جید شخصیات نے ملاقات کی ان میں مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، مولانا ہدایت رسول قادری، مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا آغا جان سرہندی، مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا پیر قاسم مشوری، پیر سید طاہر علاؤالدین گیلانی، پیر سید عبد القادر سابق سفیر عراق وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ کا وصال ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ (۲۳) آپ کی نماز جنازہ نشتر پارک میں حضرت علامہ سید محمد یوسف عزیز الملک سلیمان نے پڑھائی اور قادری مسجد کے احاطے میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے اور ہر قسم کی بے ہودگی اور خرافات سے پاک ہے مزار پر نعت خوانی اور قرآن خوانی کے علاوہ خلاف شرع اعمال کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

حافظ شاہ غلام رسول القادری نے ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء میں کراچی میں جمعیت الاحناف کے نام سے ایک انجمن تشکیل دی تھی جس کے قواعد و ضوابط آج بھی خانقاہ قادریہ سولجر بازار میں محفوظ ہیں۔ شاہ صاحب نے تحریک پاکستان میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اسی تحریک کے سلسلہ میں سنی کانفرنس کراچی منعقدہ ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کی صدارت آپ ہی نے فرمائی جس میں مولانا عبد الحامد بدایونی، مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (صدر آل انڈیا سنی کانفرنس) جیسے اکابر علماء نے تقریر فرمائی تھی ان تمام تقاریر کو مولانا غلام

رسول قادری کے صاحبزادے مولانا علم الدین قادری العلمی نے قلم بند کیا تھا جو اس وقت جمعیت سنی جامعہ قادری کراچی کے نائب ناظم تھے۔ یہ تمام تقاریر دبدبہ سکندری رام پور کی جلد نمبر ۸۴' شمارہ ۴۴ ر ۵۴ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء ص۔ ۳' ۴' ۵' پر شائع بھی ہوئی ہیں۔(۴۴)

سرزمین سندھ کے شہر کراچی سے امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمتہ کو مجدد دین وملت تسلیم کرنے والوں میں آپ بھی شامل ہیں۔ شاہ صاحب نے دینی علوم حاصل کرنے کے بعد مزید اکتساب علم کے لئے جب برصغیر ہند کا دورہ فرمایا تو اس زمانے کے تمام اکابر علماء ومشائخ سے ملاقاتیں فرمائیں۔ بریلی شریف میں امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمتہ سے بھی بالمشافہ ملاقات ہوئی اس کی زیادہ تفصیلات قلمبند نہ ہوسکیں مگر آپ کی تقاریر میں امام احمد رضا سے والہانہ محبت جھلکتی تھی۔ آج بھی آپ کی خانقاہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کا عرس منایا جاتا ہے۔ شاہ غلام رسول القادری علیہ الرحمتہ نے ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کو روانہ کیا تھا جس میں آپ نے اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور آپ کو تحریراً "مجدد دین وملت تسلیم فرمایا۔ اس استفتاء میں جہاں محبت کا اظہار ہے وہیں امام احمد رضا کی عظمت کا اعتراف بھی آپ رقمطراز ہیں:۔

مسئلہ: از کراچی صدر بازار انجمن جمعیۃ الاحناف مرسلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

"جناب تقدس ماب مجمع مکارم اخلاق' منبع محاسن اشفاق' سراپا اخلاق نبوی' مظہر اسرار مصطفوی' سلطان العلماء اہل السنۃ' برہان فضلاء الملۃ' قدوۃ شیوخ الزمان' مولانا المخدوم' بحر العلوم' اعلیٰ حضرت' امام الشریعت والطریقت' مجدد مائتہ حاضرۃ' متع اللہ المسلمین بطول بقاھم ودامت علی رؤس المسترشدین فیوضاتکم وبرکاتکم۔ بعد سلام مسنون واشتیاق روز افزوں' آنکہ بحکم شاوروا حضرت سے

التماس ہے کہ ایک عرصہ ہوا غربائے اہلسنّت کراچی کی صدائے محزوں نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا۔ جمعہ و جماعت کی جیسی تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہٰذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہل سنت پیدا کردے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنّت فریضہ جمعہ ادا کرسکیں۔ صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذاللہ جنون ہے.... کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہو کر جمعہ و عیدین ادا کرسکیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کی اور میری تسلی ہوجائے گی۔"

الجواب:

جناب محترم ذی المجدو الکرم اکر مکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کے سوا نہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہوسکتا ہے میدان میں بھی ہوسکتا ہے۔ اذن عام درکار ہے۔

بدائع امام ملک العلما میں ہے "السلطان اذصلے فی دارہ ان فتح باب دار مجاز و ان لم یاذن للعامتہ لاتجوز۔"

در مختار میں ہے یشترط لصحتہا المصر اوفناہ و ہوماحولہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل .(۲۵)

حضرت شاہ غلام رسول القادری کے استفتاء کے آخری کلمات کہ "جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کی اور میری تسلی ہوجائے گی" بڑی اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ یہ الفاظ و کلمات ایسے شخص کے قلم سے جاری ہو رہے ہیں جس نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے چپے چپے کا سفر کیا اور علما و مشائخ سے ملاقاتیں کیں، بلکہ اس نے عرب و حجاز و عراق جیسے دور دراز علاقوں کا سفر کیا

اور وہاں کے مفتیان اور شیوخ سے تبادلہ خیال بھی کیا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اپنے ذاتی مشاہدے کی روشنی میں بڑی ذمہ داری سے یہ الفاظ قلم بند کررہے ہیں کہ آپ کے فرمان سے قوم اور میری تسلی ہو جائے گی کیونکہ آپ امام احمد رضا کو اس دور کا نائب رسول سمجھتے تھے جب ہی لکھا کہ اس وقت حضور پر نور وارث رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شاہ غلام رسول القادری علیہ الرحمتہ کا اعلیٰ حضرت سے خط و کتابت کا سلسلہ بہت گہرا معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں ڈاک آج کی طرح آسانی سے نہیں پہنچتی تھی' مہینوں لگ جاتے تھے۔ عرب ممالک سے ڈاک حضرت غلام رسول القادری کے توسل سے بھی اعلیٰ حضرت تک پہنچتی تھی۔ جناب عابد حسین شاہ صاحب مقیم چکوال کا خیال ہے کہ عرب علماء سے اعلیٰ حضرت کی کتابوں پر تقریظ لکھوانے کا اہتمام مولانا کریم اللہ مدنی کے ساتھ ساتھ آپ نے بھی کیا۔ مولانا کریم اللہ مدنی عرصے دراز سے مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے وہ جو ڈاک بریلی شریف اعلیٰ حضرت تک بھیجنا چاہتے تھے وہ شاہ غلام رسول القادری کو کراچی بھیج دیتے آپ پھر اس ڈاک کو مزید آگے بھیجتے اس طرح عرب کے علماء کے پیغامات اعلیٰ حضرت تک پہنچ جاتے۔ اسی قسم کے ایک واقعہ کی شہادت جناب عابد حسین شاہ صاحب نے فراہم کی آپ نے مولانا محمد کریم اللہ مدنی کے ایک خط بنام شاہ غلام رسول القادری کی فوٹو کاپی صاحبزادہ فرید الدین قادری موجودہ سجادہ نشین خانقاہ قادریہ سولجر بازار کراچی کو بھیجی تھی جو راقم کے پاس بھی ہے وہ خط مولانا محمد کریم اللہ مدنی نے شاہ غلام رسول کو کسی حاجی کے ساتھ دستی ۱۳۳۱ھ میں روانہ کیا تھا۔ اس خط کے ساتھ "العروہ" اور "الوسیلہ" کے دو نسخے بھی بھیجے تھے اور شاہ صاحب کو مخاطب کر کے گزارش کی تھی کہ ان دونوں نسخوں کو مولانا نور محمد قادری کو چکوال روانہ کردیں اس طرح ڈاک ایک دوسرے کے پاس پہنچ جاتی۔

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے پاس کراچی سے تعلق رکھنے والے کئی اور علماء کرام کے استفتاء بھی پہنچتے تھے ان علماء کرام کے حالات تفصیل سے میسر نہ ہوسکے اس کی وجہ یہ ہے کہ کراچی کے علماء کا تذکرہ ابھی تک مرتب نہیں کیا گیا جس کی اشد ضرورت ہے ممکن ہے کوئی محقق اس طرف توجہ دیتے ہوئے علماء و مشائخ کراچی کا تذکرہ تیار کرے۔ کراچی شہر سے جن دیگر علماء مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا ان کا مختصر تذکرہ شامل کیا جارہا ہے۔

۱۔ مولانا مرزا عبدالرحیم بیگ

۲۔ مولانا عبدالرحیم مکرانی

۳۔ مولانا سید کریم شاہ

۴۔ مولوی احمد صدیقی نقشبندی

۵۔ مولوی پیر سید ابراہیم قادری بغدادی

☆ مولانا مرزا عبدالرحیم بیگ کا کراچی کے علاقے رنچھوڑ لائن سے تعلق تھا آپ نے ایک استفتاء نو مسلم کی سنت ابراہیمی سے متعلق پوچھا تھا آپ کا استفتاء فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم میں موجود ہے۔

مرسلہ: مرزا عبدالرحیم بیگ مدرس جماعت نارواڑی محلّہ رنچھوڑ لین کراچی بندر

۲۷ ربیع ۱۳۳۵ھ

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴)

☆ مولانا عبدالرحیم مکرانی کراچی کے معروف عالم دین تھے اور مولانا اصغر درس کے بقول وہ آپ کے دادا مولانا عبدالکریم درس کے شاگرد تھے۔ آپ کے دو استفتاء بزبان فارسی فتاوی رضویہ میں ملتے ہیں اس میں سے ایک کا عکس یہاں شامل کیا جارہا ہے۔

مرسلہ از بندر کراچی محلّہ جمعدار گل محمد مکرانی مرسلہ عبدالرحیم مکرانی ۲۷ شعبان ۱۳۱۱ھ

"چہ می فرمایند علماء کرام و مفتیان عظام رحمکم و ربکم! اندرین مسئلہ کہ اگر گروہ صبیاں قرآن خواندہ یا دیگر اعمال حسنہ کردہ و ثواب آن بموتی ببخشند شرعا میرسد یانہ بینوالجواب .سند الکتاب و توجروا عند اللہ بحسن المآب صاحبا" حبہ للہ تعالیٰ جواب این مسئلہ .عبارت شافی و دلائل کافی از کتب فقہ حنفیہ و حدیث شریفہ مع حوالہ کتب فقہ نوشتہ و بمواہیر علمائے علام آنجائے ثبت۔ نمودہ بفرستند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہند شد۔ چراکہ درباب این مسئلہ درمیان علماء بندر کراچی مباحثہ و اختلاف افتادہ است آخرالامر طرفین برین قرار دادہ اند کہ ہر جوابیکہ از علماء کرام بریلی دہند باید کہ جانبین تسلیم نمایند۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس استفتاء کا جواب فارسی زبان ہی میں ۵ صفحات پر مدلل دلائل کے ساتھ دیا جو فتاوی رضویہ کی چوتھی جلد کے صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۴ پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پاس استفتاء اردو، فارسی اور عربی زبان میں منظوم اور منثور دونوں صورتوں میں آتے اور آپ استفتاء کا جواب اسی طور پر دیتے تھے جبکہ برصغیر کے دیگر مفتیان کے فتاوی میں یہ ۵ شکلیں نہیں ملتی ہیں۔

مولوی عبدالرحیم کا دوسرا استفتاء بھی فارسی زبان میں فتاوی رضویہ کی آٹھویں جلد کے صفحہ ۳۸۲ پر دیکھا جاسکتا ہے یہ استفتاء بندوق کی گولی سے شکار کے سلسلے میں پوچھا گیا ہے۔

☆ مولانا سید کریم شاہ صاحب کا تعلق کراچی کے علاقے جھونا مارکیٹ سے تھا۔ آپ کا استفتاء اردو زبان میں ایسے شخص سے متعلق تھا جو ہندو سے مسلمان ہوا مگر وراثت کے سلسلے میں وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا تھا۔ آپ کا استفتاء فتاوی

رضویہ میں اس طرح رقم ہے۔

مسئلہ از کراچی جھونا مارکیٹ مرسلہ سید کریم شاہ صاحب ۴ ربیع ۱۳۳۶ھ

اعلیٰ حضرت نے اس کا جو جواب لکھا وہ یہاں درج کیا جارہا ہے۔

الجواب:

"یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں اگر ہوئے بھی تھے تو دوبارہ وراثت احکام شرعیہ ماننے سے انکار کرکے مرتد ہوگئے وہ نہ مسجد کے متولی ہوسکتے ہیں نہ اوقاف مسلمین کے قال اللہ تعالیٰ

"فلا و ربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد نہم کتاب الفرائض ص ۳۶۹)

☆ مولوی احمد صدیقی نقشبندی کا تعلق گاڑی کھاتہ آرام باغ کراچی سے تھا آپ گاڑی کھاتہ سے متصل میمن مسجد میں امام و خطیب کے ساتھ ساتھ مدرس بھی تھے۔ آپ نے جو استفتاء ارسال کیا وہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

مسئلہ : از کراچی بندر روڈ گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیقی نقشبندی ۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت اس طرح لکھی ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم الھنا محمد وھو معبود جل شانہ و عز برھانہ و رسولنا محمد وھو محمود صلی اللہ علیہ وسلم

ان الفاظ کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعاً" کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا کیسا ہے۔" بینوا توجروا

الجواب:

"ہمارے آئمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلمہ محمول کیا جائے جب تک کہ اس کا خلاف ثابت نہ ہو پہلے جملے میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے۔ محمد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد و ثنا کئے گئے اور ان کا رب عزوجل ان کا محمد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح تعریف فرمانے والا اب یہ معنی صحیح ہو گئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب عزوجل بار بار بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عند اللہ کفر نہ ہو گا مگر اب صرف نیت کا فرق ہو گا بہر حال ناجائز ہونے میں شبہ نہیں رد المختار میں ہے۔

"مجرد ابهام المعنى المحال كاف فى المنع"

مصنف کو توبہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۱۱۴۔۱۱۵)

☆ مولانا پیر سید ابراہیم قادری بغدادی کا تعلق بھی کراچی کی قدیم بستی جھونا مارکیٹ سے تھا۔ آپ کا بھی ایک مراسلہ فتاویٰ رضویہ کی نویں جلد کے صفحہ ۱۶۰ پر درج ہے۔ آپ نے یہ استفتاء ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ میں روانہ کیا تھا۔ یہ استفتاء فاسق کو امام بنانے سے متعلق تھا۔

☆ حیدر آباد سندھ سے بھی ایک عالم دین مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی کی تحریر ملتی ہے جس میں آپ نے مولانا احمد رضا محدث بریلوی کے ایک فتوی کی تصدیق فرمائی مگر مولانا نور محمد کے حالات زندگی میسر نہ ہو سکے۔

مولانا قاسم میاں صاحب نے گونڈل سے ۱۳۳۵ھ میں ایک استفتاء اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ارسال کیا جس میں اس بات کی وضاحت طلب کی گئی کہ کاٹھیاواڑ میں بھی آل انڈین محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی تعلیمی مجلس بنام کاٹھیاورا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس قائم ہوئی ہے جس میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی' وہابی' نیچری' قادیانی' چکڑالوی وغیرھم ممبر بن سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس مجلس کی اہلسنّت جان و مال سے امداد کر سکتے ہیں یا نہیں اس کے جلسے میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں وغیرہ وغیرہ....

اعلیٰ حضرت نے اس کا مختصر مگر مدلل جواب تحریر فرمایا جو رسائل رضویہ کی جلد اول 'ص ۲۷۷ تا ۲۸۲ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پھر اس فتویٰ کی برصغیر پاک و ہند کے ۸۰ جید مفتیان کرام نے تصدیق فرمائی جو صفحہ ۲۸۳ تا ۳۲۶ میں موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جواب کی چند سطریں یہاں نقل کی جا رہی ہیں۔

"ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے۔ ان سے دور رہو' انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔"

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کی تصدیق جن ۸۰ مفتیان نے کی ہے ان میں پیر صاحب گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی' مولانا غلام رسول ملتانی' مفتی محمود جان پشاوری اور حیدر آباد سندھ کے مولانا نور محمد السندی الحیدر آبادی کے نام قابل ذکر ہیں۔

مولانا مفتی نور محمد صاحب کی تصدیق کی نقل مندرجہ ذیل ہے۔

"فاضل مجیب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ صحیح اور حق ہے۔ واقعی اس قسم کی مجالس اور جو لوگ اہل بدعت و ہوا سے ہیں ان سے دور رہنا ضرور چاہئے اس واسطے کہ ان کی ملاقات اور ان کی مجالس میں جانا علامت ضعف ایمان اور آئندہ

کو منجر طرف الحاد کے ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک اللھم احفظنا منھم بجاہ نبیک المصطفیٰ ورسولک المرتضیٰ آمین یارب العالمین ۔**

مہر: جہاں روشن است زنور محمد ۱۳۲۷ھ احقر العباد نور محمد السندی الحیدر آبادی

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ کو کراچی شہر کے علاوہ اندرون سندھ کے کئی جلیل القدر علماء و مشائخ کرام نے آپ کی علمی، اصلاحی، فکری اور تجدیدی صلاحیتوں کے باعث چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین و ملت تسلیم کیا۔ اس بات کا اثبات ان علماء کرام کے بھیجے گئے استفتاؤں میں بھی ملتا ہے۔ سندھ کے دیگر علاقوں سے جن اکابر دین و ملت نے آپ کو ۱۴ویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ان میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود السندی البکری المٹاروی، مولانا حافظ عبداللہ قادری بھرچونڈی شریف قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ جن علماء کے ساتھ آپ کی مراسلت رہی ان میں بھی چند اہم نام پائے جاتے ہیں یہاں ان علماء کرام کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ

شیخ ہدایت اللہ بن محمود الحنفی المٹاروی السندی ۱۲۸۱ھ میں حیدر آباد سندھ کے گاؤں مٹاروی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی دینی کتب مولوی عنایت اللہ بن محمود اور مولوی محمد علی مٹاروی سے پڑھیں۔ فقہ و حدیث کی کتب الشیخ ولی محمد کاتیاری سے پڑھیں پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے حجاز تشریف لے گئے جہاں مدرسہ الصولتیہ میں مولانا عبدالسبحان سے ہدایہ پڑھی اور سند حدیث الشیخ عبدالحق بن شاہ محمد الہ بادی اور کئی علماء سے حاصل کی۔ آپ نے کئی حج کئے اور کئی رسائل بھی تصنیف کئے جن میں سے ۴ رسائل عربی زبان میں ہیں۔ آپ کی تاریخ وفات کا سراغ نہیں مل سکا۔ (۳۶)

مولانا الشیخ ہدایت اللہ بن محمود السندی البکری نے امام احمد رضا کی شہرہ آفاق تصنیف لطیف **"الدولتہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ"** کا جب مطالعہ کیا تو اس سے

بہت زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ آپ نے اس عربی تصنیف پر ۸ صفحات پر مشتمل عربی زبان میں تقریظ لکھی جس میں امام احمد رضا کی جہاں پذیرائی کی وہیں آپ نے امام احمد رضا کو مجدد دین وملت بھی تسلیم کیا اس کا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"اعلم علماء الزمان وافقہ فقہا الدوران عالم السنتہ وحامیھا وقامع البدعتہ و مبتدعیھا مجدد المائتہ الحاضرۃ وموئید الملتہ الزاہرۃ محمود الفضائل ومحسور الافاضل..... (۲۷)

شیخ ہدایت اللہ بن محمود السندی البکری نے یہ تقریظ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ ر ۱۹۱۲ء میں لکھی تھی اس پوری تقریظ کا عربی عکس اور اس کا ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے اپنی تالیف "امام احمد رضا اور عالم اسلام" میں دیا ہے یہاں اردو ترجمہ کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے:

بندہ ضعیف جب ۹ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارت روضہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہ شریف میں جامع الفضائل والخصائص مولانا محمد کریم اللہ "6" سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجدد ماتہ حاضرہ حضرت مولانا عبدالمصطفے الشیخ احمد رضا خان الحنفی القادری کی تالیف جلیل "الدولتہ المکیہ" کا ذکر کیا۔ میں عرصہ دراز سے اس کا مشتاق تھا یہ میری دیرینہ آرزو مولانائے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی۔ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا اور محظوظ ہوا اور اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق و تدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہوگیا کہ شنید' دید کی مانند نہیں۔

"6" مولانا محمد کریم اللہ مدنی علیہ الرحمتہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی نے امام احمد رضا کی معرکتہ الآراء تصنیف الدولتہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

جو کچھ حضرت مولف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مولف علامہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد و بغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل اور کند ذہن کی دلیل ہے۔" (۲۸)

شیخ طریقت مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ

اندرون سندھ شہر سکھر کے قریب خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف کا قیام حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمتہ (م ۱۳۰۸ھ) کے ذریعے عمل میں آیا۔ آپ نے اپنے مرشد کامل حضرت پیر سید محمد حسن شاہ جیلانی (م ۱۲۵۴ھ) بانی درگاہ سوئی شریف کے وصال کے بعد ۱۲۵۸ھ میں اس کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بستی

گزشتہ صفحہ کا بقیہ

المکیہ پر علماء عرب سے تقاریظ لکھوانے میں بڑی سعی کی ایک نقل ہمیشہ ان کے پاس رہتی جس کی مزید نقل کروا کر وہ علماء کے سامنے پیش کرتے اور اس تقریظ کو آپ بریلی اعلیٰ حضرت کے پاس بھجوا دیتے۔ (الملفوظ ص ۵۸)

اعلی حضرت جب دوسری بار حج و زیارت کے سلسلے میں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور علما و مشائخ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آتے تو ایک دن مولانا کریم اللہ صاحب نے اعلیٰ حضرت سے عرض کیا:

"علماء تو علماء اہل بازار تک کو آپ کا اشتیاق تھا اور یہ جملہ بھی فرمایا کہ ہم سالہا سال سے سرکار میں مقیم ہیں اطراف و آفاق سے علماء آتے ہیں جوتیاں چٹخاتے چلے جاتے ہیں کوئی بات نہیں پوچھتا اور تمہارے پاس علماء کا یہ ہجوم ہے" (ملفوظات ص ۱۵۷)

وادی مہران کی ایک عظیم خانقاہ بن گئی جہاں شریعت و طریقت دونوں کی پاسداری آج بھی اسی طرح جاری و ساری ہے۔ آپ کے بعد آپ کے بھتیجے حافظ محمد عبداللہ جن کی پیدائش ۱۳۰۸ھ میں بھرچونڈی شریف میں ہوئی آپ کے جانشین قرار پائے۔ حافظ محمد عبداللہ قادری ولد قاضی اللہ بخش کی تعلیم و تربیت آپ کے چچا حافظ ملت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمتہ نے انجام دی تھی۔ کچھ عرصے آپ نے مولوی محمد اسحاق کوٹ سبزلی سے بھی استفادہ کیا۔(۲۹) شیخ طریقت کے وصال کے بعد آپ نے ۲۵ برس کی عمر شریف میں خانقاہ قادریہ بھرچونڈی شریف کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کے پیرو مرشد رہبر شریعت حافظ محمد صدیق نے شریعت و طریقت کی ایسی جامع تعلیم دی تھی کہ آپ کو اس کم عمری میں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی بلکہ آپ نے اس خانقاہ کو اور وسیع کرکے پورے سندھ میں اس کے اثرات پہنچائے اور خانقاہ کے علماء فضلا نے آپ کو شیخ الثانی، ہادی گمراہان اور شہنشاہ ولایت جیسے القاب سے ملقب فرمایا۔(۳۰)

حافظ عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ نے تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا سلسلہ نصف صدی سے بھی زیادہ جاری رکھا۔اس دوران طریقت کی منازل طے کرنے والوں میں باکمال، مجازیب اور عارف درویش پیدا کئے جن میں مجذوب علن فقیر، گوھر فقیر ملک، رمضان فقیر، میاں شیر محمد مجذوب کے نام قابل ذکر ہیں اسی طرح آپ نے شریعت کے بھی جامع عارف اپنے پیچھے چھوڑے ان میں سید سردار شاہ بخاری قادری (گڑھی اختیار خاں) خلیفہ فتح محمد فقیر، مولانا عبدالکریم ہزاروی، خلیفہ خدا بخش، سلطان فقیر، حافظ محمد بلال، حافظ محمد عالم، سید بہار علی شاہ بخاری اور صاحبزادہ و سجادہ نشین حضرت پیر عبدالرحمان بھرچونڈی شریف (م ۱۳۸۰ھ) ملقب ناصر تحریک پاکستان قابل ذکر ہیں۔(۳۱)

حضرت شیخ الثانی حافظ محمد عبداللہ قادری نے اتباع شریعت کا بہت زیادہ اہتمام رکھا یہاں تک کہ بعض چھوٹے چھوٹے مسائل پر بھی آپ گہری نظر رکھتے اور اس پر عمل کرتے مثلاً وضو کے پانی کا مسئلہ جو کسی یتیم یا نابالغ بچے نے ڈول کے ذریعہ سے کنواں سے نکالا ہو۔ آپ فرماتے کہ یہ پانی اس بچے یا نابالغ کا ملک ہے اس لئے بغیر اجازت اور بغیر معاوضہ دیئے اس پانی سے وضو جائز نہیں اسی طرح طریقت کی تعلیم کے سلسلے میں آپ نے ایک دفعہ سابق ریاست بہاولپور کے سفر کے دوران سید سردار شاہ قادری سے فرمایا آپ کے ملک میں کسی نے بھی اللہ اللہ نہ پوچھا جو آتا ہے تسخیر اور الحب کا تعویز مانگتا ہے۔ آہ سرد نکالی اور فرمایا لوگ اس قیمتی متاع سے غافل ہیں جو سرمایہ ایمان و ایقان ہے اور جو گدا کو سلطان بنا دیتی ہے۔

سماع کے سلسلے میں بھی آپ شریعت کی سختی سے پابندی فرماتے اور سماع میں کسی قسم کے بھی ڈھول تاشہ کو حرام سمجھتے۔ ایک دفعہ آپ سے آپ کے خلیفہ خدا بخش نے کسی کام کے لئے آدمی مانگا آپ خود خانقاہ کی مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا سب فقراء ذکر و فکر میں مشغول ہیں اور مدرسہ میں بچے تعلیم قرآن میں مصروف ہیں باہر آکر جواب دیا خدا بخش! طلبا اور فقراء سب اللہ کے ذکر میں مصروف ہیں جس طرف میں نے ان کو مائل کیا اب شرم آتی ہے کہ ان کو یاد الٰہی سے غافل کر کے دنیاوی کام کی طرف ان کی توجہ مبذول کراؤں۔ (۳۲)

چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ایک بہت اہم مسئلہ سندھ سمیت برصغیر میں زیر بحث آیا کہ انگریز کے تسلط کے باوجود ہندوستان "دارالاسلام ہے یا دارالحرب۔" اہلسنت کے علماء امام احمد رضا کی تقلید کرتے ہوئے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دے چکے تھے جب کہ بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔

تحریک ہجرت کا ایک سیاسی پس منظر ہے۔ ماضی میں سیاستدانوں نے اپنے مقاصد کے لئے مختلف تحریکوں کو مذہبی رنگ دے کر علماء کا استحصال کیا ۔ یہ ایک خونچکاں داستان ہے سیاست دانوں کو اپنے مقاصد اور عزائم کے علاوہ عوام اور خواص کسی سے محبت نہیں ہوتی، تحریک ہجرت کو مذہبی رنگ دیا گیا اور یہ نہ دیکھا گیا کہ اگر بے دست وپا مسلمان، اپنے گھربار، زمین، جائداد، کاروبار، ملازمت چھوڑ کر افغانستان جائیں گے تو ہندوستان میں ان کی دیکھ بھال کون کرے گا، وہ تو برباد ہو جائیں گے۔ بے شک جو گئے برباد ہو کر آئے۔ امام احمد رضا نے پہلے ہی اس خطرناک اور المناک انجام سے خبردار کردیا تھا لیکن مشہور یہ کیا گیا کہ وہ انگریزوں کے خیر خواہ ہیں جب کہ وہ اپنی نفرت اور احتجاج کا اظہار انگریز حکومت کے پوسٹل اسٹیمپ کو جس پر بادشاہ یا ملکہ کی تصویر ہوتی لفافہ پر الٹا لگا کر کرتے۔ یہ دراصل سفید جھوٹ یا صریح بہتان تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنے تحقیقی مقالے "گناہ بے گناہی" میں اس الزام کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "A BASELESS BLAME" بھی شائع ہوچکا ہے۔ الزام تراشیاں دور جدید کے سیاستدانوں کا موثر حربہ اور ہتھیار ہیں۔ جس سے وہ نیک سے نیک انسانوں کی کردار کشی کرتے ہیں اور اپنی آخرت کو خراب کرتے ہیں۔

امام احمد رضا نے اس فتنہ کے دفع میں ۱۳۰۶ھ میں ایک مفصل فتویٰ جاری کیا اور رسالے کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" رکھا۔ اس رسالے میں تفصیل سے ہجرت نہ کرنے کے سلسلے میں تنبیہہ کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان میں چونکہ مسلمانوں کو تمام بنیادی شعائر کی آزادی حاصل ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی تینوں شرائط پائی جاتی ہیں اس لئے ہندوستان دارالاسلام ہی ہے اور ہرگز یہاں سے ہجرت کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

برصغیر کے اکثر علاقوں سے یہی فتویٰ جاری ہوا۔ سندھ میں بھی اس وقت کے اکثر علماء نے اس موقف کی حمایت کی تھی لیکن چند معروف دیو بندی علماء مثلاً مولوی عبیداللہ سندھی، مولوی تاج محمود امروٹی وغیرہما سندھ کو دارالحرب قرار دے رہے تھے جس کی وجہ سے سندھ میں بھی دیگر علاقوں کی طرح ایک خلفشار پیدا ہوگیا۔ اور یہ سوال کیا جانے لگا کے مسلمان یہاں سے ہجرت کریں یا اس کے خلاف مزاحمت کریں۔ سندھ میں اس وقت بہت سی خانقاہیں موجود تھیں اور ان کا موقف بھی یہی تھا کہ سندھ دارالاسلام ہی ہے۔ (۴۳) اس سلسلے میں خانقاہ بھرچونڈی شریف، ڈہرکی (سکھر) کے علماء نے امام احمد رضا کی طرف رجوع کیا کیونکہ آپ کی ذات اس وقت مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔ چنانچہ خانقاہ بھرچونڈی شریف کے اول سجادہ نشین شیخ الثانی حافظ محمد عبداللہ قادری ملقب بہ ہادی گمراہان نے ۱۳۳۸ھ میں ایک استفتاء امام احمد رضا کو بریلی شریف روانہ کیا اور آپ سے رہنمائی حاصل کی۔ اس استفتاء اور فتویٰ کی نقل یہاں پیش کی جارہی ہے۔ یہ استفتاء فارسی زبان میں ہے اس فتویٰ سے اس بات کی نشاندہی بھی ہوتی ہے کہ دیگر علاقوں کی طرح سندھ کی علمی زبان بھی فارسی تھی۔

نقل فتویٰ

مسئلہ:۔ واقع دربار عالیہ بھرچونڈی شریف اسٹیشن ڈھرکی ضلع سکھر (سندھ) مسئولہ عاکف حافظ فقیر عبداللہ قادری ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

بخدمت تاج الفقہا، سراج العلماء الملقبین، حامی السنہ والدین، غیاث الاسلام والمسلمین، مجدد ماۃ حاضرۃ جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بعد الوف الوف تسلیمات مع التکریمات بصد آداب واضح برائے عالی باد کہ مسئلہ ہجرت معروفہ معلومہ کہ در ہندو سندھ کہ بتمام جوش و خروش علماء وقت بفرضیت او

قائل شدہ اند و واعظہ دینیہ و زاہد و جاہد بعام و خاص بمجالس مخصوصہ بشدت و حدت تمام دریں بارہ گشتہ اند بحدیکہ از اکثر علماء وقت مقال بدیں منوال رفتہ کہ ہر آنانکہ ہجرت نکنند و یا قائل بفرضیت او نشوند خارج از ایمان اند و زنان برایشاں حرام گردند آیا آں مفتی الزماں دریں مسئلہ کہ منزلتہ الاقوام است چہ فرمایند بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ دریں باب چہ تحریر دارند براہ نوازش و عنایت بترسیم حقیقت مسئلہ حق مسئولہ بہ جواب سرفراز فرمایند کہ ما در فرضیت و استحبابیت ایں ہجرت سخت متردد و متشکک و مضطرب حال مذبذب بایم تاکید مزید۔

الجواب:۔

بحمد اللہ تعالیٰ ہند و سندھ تاحال دارالاسلام است۔ کما حققنا فی رسالتنا "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" جمعہ و عیدین و اذان و اقامہ و غیرہا بکثر شعار اسلامیہ جاری ست و شہرے کہ دارالاسلام بود تا رشتہ از اشتہاء اسلام برجاست ہمچناں دارالاسلام ست کہ اسلام غالب ست و مغلوب نتواں شد وللہ الحجۃ البالغہ در جامع الفصولین ست "ما بقی شئی من احکام دارالاسلام تبقی دارالاسلام علی ماعرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ فی بقی شئی من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابو بکر فی شرح سیر الاصل و در نصوص عمادی ست دارالاسلام لا تصیر دارالحرب اذا بقی شئی من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اہل الاسلام امام ناصر الدین فرماید ما بقیت علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام و در شرح نقایہ است ان الدار محکومتہ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیہا کما فی العمادی و غیرہا و ہجرت از دارالحرب فرض است نہ از دارالاسلام قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاہجرۃ بعد الفتح رواہ الشیخان۔ ہجرت خاصہ کہ بر شخصے خاص بوجہ خاص لازم آید چیزے دیگر ست و از محلہ بمحلہ بلکہ از خانہ بخانہ دیگر تواں شد و الیہا الاشارۃ فی حدیث من فرید بنہ الحدیث و اما ہجرت عامہ نباشد مگر از دارالحرب و ادعائے فرضیتش

ازدارالاسلام باطل محض ست واصلے ندارد و تفوہ بتکفیر منکر فرضیت غلوفی الدین
ست و تکفیر تارک ازاں ہم بالاتر ضلال مبین ست مگر آنانتر سند از احادیث کثیرہ
ناطقہ بانکہ اکفار مسلم کفرست قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایما امرء
قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ رواہ مسلم والترمذی
عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آباء موجب ہجرت اگر تسلط نصاری است
اونہ ازامروزست صد سال بیش می گزرد ایلنہاں ایں ایناں تاحال اقامت داشتند
برزعم خود بترک ہجرت تخم کدام حکم کاشتند واگر چیزے ست کہ در ممالک دیگر ناشی
شدہ پس ایں حکم عجیبے ست کہ حادثے ہملکے رود و ہجرت از ملک دیگر واجب شود
نساء اللہ العفو والعافیہ واللہ تعالیٰ اعلم (۳۴)

حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری اگرچہ خود اس بات کے قائل تھے کہ مسلمان
یہاں سے ہجرت نہ کریں اس کے علاوہ دوسرے علماء سندھ بھی اسی موقف پر قائم
تھے لیکن حافظ صاحب نے مزید تائید اور حمایت کے لئے امام احمد رضا کی طرف
رجوع کیا تاکہ کسی قسم کا تذبذب باقی نہ رہے کیونکہ سندھ کے بہت سے معروف
کانگریسی و دیوبندی علماء مثلاً عبید اللہ سندھی' تاج محمود امروٹی (م ۱۹۲۱ء) اور غلام
محمد دین پوری (م ۱۳۵۴ھ) جو آپ کے مرید اور شاگرد بھی تھے۔ مرشد سے بغاوت
کرکے دیوبندی علماء کا ساتھ دیتے ہوئے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے
تھے۔ شیخ الثانی کو جب اعلیٰ حضرت کی بھرپور تائید حاصل ہوگئی تو آپ پہلے سے
زیادہ قوت کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹ گئے اور سندھ کے مسلمانوں کو بے حال
بے یارومددگار ہونے سے بچالیا کیونکہ امام احمد رضا نے استفتاء کے جواب میں
ہجرت کرجانے سے جو نقصانات ہوتے اس کی نشاندہی فرماتے ہوئے شریعت کا حکم
نافذ فرمایا۔۔۔۔

مثلاً اگر ہجرت کی جائے گی تو (۱) مساجد اور مزارات کی بے حرمتی ہوگی (۲) عورتیں

بچے اور ضعیف لوگ غلام بنا لئے جائیں گے (۳) ہجرت کا التزام ہی حرام ہے (۴)
اس کو فرض کہنا حرام ہے (۵) پھر حرام کو حلال جاننا بدرجہ اتم حرام (۶) اس عمل کی
کہ ہجرت کی جائے اس کی مخالفت کرنے والے کو کافر کہنا اس سے سخت تر حرام
وغیرہ وغیرہ۔

یہاں اعلیٰ حضرت کے جواب کا اردو ترجمہ لکھا جارہا ہے تاکہ قارئین پوری
دلچسپی کے ساتھ تاریخی پس منظر کو سمجھ سکیں:۔

ترجمہ

الجواب :۔ ہندو سندھ دارالاسلام ہیں اور دارالاسلام سے ہجرت نہیں۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہجرۃ بعد الفتح جامع الفصولین میں ہے ما بقی
شئی من احکام دارالاسلام تبقی دارالاسلام علے من عرف ان الحکم اذا ثبت بعلۃ
فما بقی شئی من العلۃ تبقی الحکم ببقائہ ہکذا ذکر شیخ الاسلام ابوبکر فی شرح سیر
الاصل۔ ہجرت خاصہ خاص اشخاص سکونت پذیر دارالاسلام بوجوہ خاصہ ہو سکتی
ہے۔ اور وہ کبھی واجب ہوتی ہے اور ایک محلے سے دوسرے محلّہ بلکہ ایک مکان
سے دوسرے مکان میں چلے جانے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مثلاً اس مکان میں
کوئی شخص اقامت فرائض نہ کر سکتا ہو تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے مکان میں
چلا جائے جس میں اقامت ممکن ہو۔ علی ہذا القیاس محلّہ پھر شہر پھر ملک اور کبھی
حرام ہوتی ہے جیسے اقامت فرائض ممکن ہو اور یہ اپنے ضعیف ماں باپ یا بیوی
بچوں کو چھوڑ کر چلا جائے کہ وہ ضائع ہو جائیں یا یہ اعلم اہل بلد ہو اور مسلمانوں کو
اس کے علم کی طرف حاجت ہو ایسے کو اپنے شہر سے طویل سفر کی بھی اجازت نہیں
ہجرت درکنار ہکذا فی البزازیہ والدر المختار اور کبھی مباح ہوتی ہے۔ جب کہ نہ
موجب ہو اور نہ مانع مگر ہجرت عامی کہ سب ترک وطن کر کے چلے جائیں،
دارالاسلام سے ہرگز واجب نہیں ہو سکتی بفرض باطل، گر مباح ہوتی۔ جب بھی

عام پر اس کا التزام شریعت پر زیادت اور دین پر غلو ہو گا۔ طلب فقہ تو فرض ہے اس کے لئے رب عزوجل نے فرمایا وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا الایہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان طلب علم میں نکلیں کیوں نہ ہو کہ ہر گروہ میں سے کچھ لوگ فقہ حاصل کرنے جائیں۔ حالانکہ اس میں دارالاسلام والوں کو کسی ملک سے باہر جانا نہ تھا۔ بلکہ ایک بستی سے دوسری بستی میں اور نہ ہمیشہ کے لئے بلکہ چند روزہ سفر۔

جب طلب فرض کے لئے مولیٰ عزوجل نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا تو ایک مباح کے لئے دارالاسلام کا سابقہ ملک چھوڑ کر سب کا چلا جانا کیونکر ممکن ہو اور یہ تو شرعاً" مباح بھی نہیں' وہ ملک جس میں کثیر حصہ کافروں کا ہے اگر وہاں کے سب مسلمان ہجرت کر جائیں تو ان کی مساجد پامال کفار ہوں گی' قبور مسلمین اور مزارات اولیاء کرام بول و براز کے لئے رہ جائیں گے' عورت بچے ضعیف مریض جو نجا سکیں گے دستبرد کفار میں ہوں گے۔ اور جو مباح ایسے امور کو مستلزم ہو مباح نہیں بلکہ حرام ہے پھر اسے فرض کہنا حرام کو نہ صرف حلال بلکہ فرض بتانا ہے اور اس کے منکر فرضیت کو کافر کہنا اس سے سخت تر بے ادبی اور صرف تارک کو کافر کہنا شدید تر ضلال و ناپاکی۔

لا تغلوا فی الدین کما غلت الیھود والنصاری نساء اللہ العفو والعافیہ واللہ تعالیٰ اعلم (۳۵)

شیخ الثانی حافظ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ نے اپنے استفتاء میں امام احمد رضا علیہ رحمتہ کو جن القاب سے یاد کیا ہے وہ اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ امام احمد رضا کو عالم اسلام میں ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی اور علماء کرام آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سندھ کے بیشتر جید علما کرام نے آپ کی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد دین و ملت تسلیم کیا۔

حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ کا وصال ۲۵ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ میں بھرچونڈی شریف میں ہوا اور اسی خانقاہ میں پیرو مرشد حافظ ملت محمد صدیق علیہ الرحمتہ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔ (۳۶)

سندھ کے ایک معروف محقق و مصنف اور صاحب کمال بزرگ شاعر حضرت مولوی میاں احمد صاحب خانگڑھی نے آپ کیلئے یہ مصرعہ تاریخ کہا:

در بغل معراج آمد شد وصال

۱۳۴۶ھ

بھرچونڈی شریف سے اور بھی کئی استفتاء امام احمد رضا کو ارسال کئے گئے ان مستفتیوں میں سید سردار شاہ صاحب قادری' مولانا خلیفہ خدا بخش ڈھرکی اور شکار پور سے تعلق رکھنے والے مولانا محمد محسن علی ہاشمی قابل ذکر ہیں۔ یہاں ان کے مختصر حالات اور امام احمد رضا سے ان کی مراسلت کا ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) سید سردار شاہ صاحب قادری

مولانا سید سردار احمد شاہ ابن حضرت پیر سید محمد جعفر شاہ ۱۳۰۲ھ ر ۱۸۸۵ء میں گڑھی اختیار خاں میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان سروندی المعروف لال شہباز قلندر تک پہنچتا ہے۔ تکمیل علوم کے بعد غوث وقت حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری (بھرچونڈی شریف) کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور جلد ہی خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کو عربی' فارسی' سندھی' سرائیکی اور اردو زبانوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ اپنے دور کے نامور اور قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کا مجموعہ کلام عربی' فارسی' سندھی اور سرائیکی زبانوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی چند رسائل یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ نے ۱۳۵۱ھ ر ۱۹۳۱ء میں وصال فرمایا۔ (۳۷)

مولانا سردار احمد شاہ کو اعلیٰ حضرت سے بڑی عقیدت تھی اور آپ کا کلام حدائق بخشش آپ کی زبان پر جاری رہتا یہاں تک کہ زندگی کے آخری لمحات میں شب وصال اپنے صاجزادے مولانا سید مغفور القادری (م ۱۳۹۰ھ ر ۱۹۷۰ء) سے کہا مجھے نعت سناؤ چنانچہ صاجزادے نے اعلیٰ حضرت کی یہ نعت

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو
جبرئیل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

پڑھنا شروع کی تو یکایک اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے
"یہ درد اس درد کا غلام ہے جب وہ درد آجاتا ہے تو جسمانی درد رخصت ہوجاتا ہے راہ طلب میں مالکوں کو جو سوز اور درد عطا کیا جاتا ہے، جسمانی درد اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا جب وہ اپنا اثر کرتا ہے تو مادی دنیا کے تمام وسائل واسباب یک قلم رخصت ہوجاتے ہیں" (۳۸)

سید سردار شاہ قادری علیہ الرحمتہ کے پوتے محترم جناب پیر سید محمد فاروق القادری ابن علامہ سید مغفور القادری ساکن آستانہ عالیہ شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں موئف "فاضل بریلوی اور امور بدعت" اپنے ایک مکتوب میں جو ماہنامہ "جہان رضا" شمارہ ۴۰ میں شائع ہوا ہے اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں سے متعلق رقمطراز ہیں:

"فتاوی رضویہ میں متعدد مقامات پر بھرچونڈی شریف کے شیخ الثانی ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ اور راقم کے حقیقی جدامجد شیخ المشائخ حضرت ابوالنصر سید سردار شاہ قادری کا ذکر آیا ہے۔ ان بزرگوں نے تحریک ہجرت کے موقعہ پر اعلیٰ حضرت سے فتوے منگوا کر پورے سندھ میں ان کی نشرو اشاعت کی کہ ہندوستان اور سندھ دارالحرب نہیں ہیں۔ اس طرح ان

بزرگوں نے تحریک ہجرت کو اپنے گڑھ (سندھ) میں ناکام کر کے لاکھوں مسلمانوں کو نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ سے بچایا۔ میرے جدامجد کے سوالات بھرچونڈی شریف سے بھجوائے گئے تھے وہاں غلطی سے سردار شاہ کی بجائے سرور شاہ چھپ گیا ہے۔ ابوالنصر میرے دادا کی ہی کنیت ہے اور آپ اس دور میں بھرچونڈی شریف ڈھرکی میں حضرت شیخ الثالث پیر عبدالرحمان صاحب علیہ الرحمتہ کو پڑھا رہے تھے۔

میرے جدامجد نے سات سال مسجد نبوی میں پڑھایا ہے۔ آپ نے فاضل بریلوی سے مدینہ منورہ میں ملاقات بھی کی تھی اور ایک وقت کا کھانا بھی ساتھ کھایا تھا۔ میں فخراً" یہ بات کہتا ہوں کہ سابق ریاست بہاولپور اور سندھ میں ہمارے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے فاضل بریلوی سے رابطہ کیا اور ان کے سیاسی اور روحانی افکار کی نشرواشاعت کا پلیٹ فارم مہیا کیا۔"

حضرت مولانا سید سردار شاہ قادری علیہ الرحمتہ نے جو استفتاء امام احمد رضا خاں قادری کو بریلی شریف ارسال کیا تھا اس کو یہاں نقل کیا جارہا ہے:۔

مسئلہ: سکھر اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیرپور ڈھرکی خاص دربار معلی قادریہ بھرچونڈی شریف از طرف ابوالنصر فقیر سردار شاہ ۱۷ جمادی ۱۳۳۹ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ: "شخصے ہمین حیات پدر خود بلا رضامندی و شمولیت وے نکاح خواہر صغیرہ بمعاوضہ بازو بجائے کردہ پدرش بعد خبریافتن انکار کرد۔ وبعد چند مدت راضی شدہ بازو معاوضہ را در نکاح پسر خود گرفت و باز انکار کرد۔ آیا از انکار اول نکاح باطل شدیانہ۔ محض اقبال بعد انکار تجدید ایجاب وقبول فائدہ دارد یانہ۔" بینوا توجروا۔

الجواب:۔ "نکاح نابالغہ کہ برادرش بے اجازت پدر کرد نکاح فضولی بود بر اجازت پدر موقوف چوں پدر باستماع خبر انکار کرد فوراً" باطل شد و باطل راعود نیست باز راضی شدن پدر بکار نباید تاازسرنو ایجاب وقبول پیش شہود نہ کنند

دردر مختار ست بلغها فردت ثم قامت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد، در رد المحتار ست لان نفاذ التزویج کان موقوفا علی الاجازۃ وقد بطل بالرد در بحرالرائق ست الاجازۃ شرطها قیام العقد واللہ تعالٰی اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ۵ حصہ سوم ص ۹۹ مطبوعہ کراچی)

خلیفہ خدا بخش (ڈھرکی)

آپ کے تفصیلی حالات میسر نہ ہوسکے البتہ کچھ عرصے قبل جب موجودہ سجادہ نشین بھرچونڈی شریف پیر عبدالخالق (ولد پیر عبدالحلیم م ۱۳۹۴ھ ابن پیر عبدالرحیم شہید "7" م ۱۳۹۲ھ ابن شیخ ثالث پیر عبدالرحمان م ۱۳۸۰ھ ابن شیخ الثانی حافظ عبداللہ قادری علیہ الرحمتہ راقم الحروف کے گھر تشریف لائے تو فرمایا کہ مولانا خدا بخش پیر شیخ الثانی حافظ عبداللہ قادری کے اجل خلفا میں تھے اور اکثر آپ کی خدمت میں ہی رہتے تھے۔

مولانا خدا بخش ڈھرکی کی بھی امام احمد رضا محدث بریلوی سے مراسلت تھی اور آپ بھی وقتا" فوقتا" مسائل کا حل معلوم کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں استفتا ارسال کرتے۔ یہاں ایک فتویٰ کی نقل پیش کی جارہی ہے۔

مسئلہ: ضلع سکھر سندھ 'ڈاک خانہ دھڑکی' مقام بھرچونڈی شریف 'درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ 'مسئولہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان المبارک چہار شنبہ ۱۳۳۹ھ بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولانا صاحب سلمہ ربہ۔

"7" علماء بھرچونڈی شریف نے امام احمد رضا کے وصال کے بعد بھی بریلی شریف کی مرکزی دارالافتاء سے رابطہ رکھا چنانچہ پھر استفتاء مفتی محمد امجد علی خلیفہ اعلیٰ حضرت کی جانب بھیجے جانے لگے اس کی تصدیق مولانا پیر عبدالرحیم کی جانب سے ایک استفتاء بنام مولانا امجد علی ۱۳۵۷ھ میں بھیجنے سے ہوتی ہے یہ استفتاء فتاویٰ امجدیہ جلد دوم ص ۱۹۹ پر موجود ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا' وہ زمین اس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہوجاتی ہے' کہ بعد ۱۰ برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکورہ کے دوسرے کو دے دیتے ہیں' آیا زمین مذکور بالا بموجب شرع شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹی بنتی ہے یا نہیں' اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں' اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں' اگر دے تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے' اس سے واپس لے یا نہیں' نیز یہ کہ مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ اس کو نہیں (دیتی) بغیر درخواست کے اور درخواست سبب مفلسی کے وہ نہیں دیتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: شریعت میں اس وجہ سے زمین ملک مالک سے نہیں نکل سکتی' اس کا خریدنا ناجائز ہوگا اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا اور جو قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہو وہ الگ سے واپس نہیں لے سکتا "لانہ ھو المضیع لمالہ" اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بجالائے اگرچہ اس کے کرنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے' اس کا الزام اس پر نہ ہوگا' واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۱۴ مطبوعہ کراچی)

مولانا محمد محسن علی ہاشمی رحمتہ اللہ تعالیٰ

مولانا محمد محسن علی ہاشمی سندھ کے چوٹی کے علماء میں سے تھے کوشش کے باوجود بھی آپ کے حالات میسر نہ ہوسکے۔ البتہ مولانا عبدالغفور صاحب نے اپنی تالیف عبادالرحمان تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف میں آپ کا ذکر کیا ہے جس کو یہاں نقل کیا جارہا ہے:۔ "سندھ میں اس تحریک کا مرکز زیادہ تر مولانا تاج محمود امروٹی کی مساعی سے قرار پایا۔ اس وقت دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے سندھ کو

دارالحرب قرار دے کر ہجرت کرنا واجب اور ضروری مشتہر کیا۔ ہمارے حضرت شیخ الثانی قدس سرہ نے سندھ کے مشہور اور معتبر علماء اور بیرون سندھ سے فتوے منگوا کر خانقاہوں میں خوب نشر و اشاعت کی۔ سندھ کے لوگ جو عموماً خانقاہوں اور مشائخ کرام سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے اس فتویٰ کے تحت سندھ کو دارالحرب تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور نقل مکانی کے نقصانات سے بچ گئے لیکن وہ لوگ جو علماء ناعاقبت اندیشوں کے دام عبا میں پھنس گئے بری طرح نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ کا شکار ہوئے۔ اس زمانے میں سندھ کے چوٹی کے علماء میں سے مخدوم سید محسن علی شاہ صاحب ساکن پٹ میاں صاحب علاقہ شکارپور سندھ کا شمار ہوتا تھا بلاشبہ علمی دنیا میں آپ مخصوص مقام کے مالک تھے' کا لکھا ہوا فتویٰ بعینہ موجود ہے جس میں آپ نے سندھ کو دارالاسلام قرار دیا۔ "8"

(تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف ص ۱۱۴-۱۱۷)

مولانا محمد محسن علی ہاشمی نے ۱۳۳۵ھ میں ایک استفتاء بزبان فارسی ارسال کیا جس کا جواب امام احمد رضا نے عربی میں دیا اس کی نقل پیش کی جارہی ہے۔

مسئلہ :۔ از مدرسہ اسلامیہ عربیہ' دیلوی ہمایوں پوسٹ پٹ میاں تعلقہ شکارپور ضلع

"8"

اس کے علاوہ سندھ کے اور بھی کئی علمائے دین کا نام تاریخ میں ملتا ہے جنہوں نے سندھ اور ہند کو دارالاسلام قرار دیا تھا ان ہی میں ایک نام مولوی محمد ہاشم گڑھی یاسین (م ۱۳۲۲ھ) کا بھی ہے جنہوں نے اپنے ہم عصر علماء کرام سے ہجرت کے سلسلے میں کئی تحریری مناظرے بھی کئے۔ مولوی دین محمد وفائی نے اپنے تالیف "تذکرہ مشاہیر سندھ" میں مولوی محمد ہاشم کا تذکرہ شامل کیا ہے آپ لکھتے ہیں:

بقیہ اگلے صفحہ پر

سکھر مسئولہ محمد محسن علی ہاشمی ' مدرس اول ۸ شوال ۱۳۳۵ھ

چہ می فرمایند علماء عظام در ایں مسئلہ کہ مذبوح فوق العقدہ حلال ست یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ "قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذکاۃ مابین اللبہ واللحیین' ولاشک ان مافوق العقدۃ مما یلیھا بین الحلیین وکلام التحفہ والکافی وغیرھما بدل علی ان الحلق یستعمل فی العنق کمافی ابن عابدین فتحریر العلامہ عندی ماافادہ فی ردالمحتار' اذقال والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلثہ من العروق' فالحق ماقالہ شراح الھدایتہ تبعاللرستغفنی' والا فالحق خلافہ اذالم یوجد شرط الحل باتفاق اہل المذہب' ویظہر ذلک بالمشاہدۃ او سوال اہل الخبرۃ فاغتنم ہذا المقال ودع عنک الجدال' واللہ تعالیٰ اعلم'

(فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۳۲۰)

گذشتہ صفحہ کا بقیہ

"مولوی محمد ہاشم گڑھی یاسین شہداد کوٹ کے رہنے والے تھے اور دینی تعلیم آپ نے شہداد کوٹ کے معروف عالم دین مولانا نور محمد صاحب شہداد کوٹی (م ۱۲۹۶ھ) سے حاصل کی۔ گڑھی یاسین میں مدرسہ قائم کرکے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ ادبیات اور فقہ کے زبردست عالم تھے۔ فتاوی نویسی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ آپ نے اپنے معاصر مخدوم حاجی حسن اللہ پاٹائی (م ۱۳۳۹ھ) سے ہندوستان کے دارالحرب دارالاسلام ہونے کے بارے میں بڑے تحریری مناظر کئے۔ مولانا ہاشم کی رائے تھی کہ ہندوستان دارالاسلام ہے لیکن مخدوم پاٹائی کی رائے اس کے خلاف تھی۔"

(تذکرہ مشاہیر سندھ حصہ اول ص ۲۴۸)

سرزمین سندھ میں امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے ساتھ علماء و مشائخ کے گہرے تعلقات سے معلوم ہوتا کہ شروع ہی سے سندھ کے علماء اور عوام الناس اعلی حضرت سے مانوس تھے اور ساتھ ہی انتہائی عقیدت مند بھی فتاوی رضویہ کی تمام جلدوں میں عام مسلمانوں کے بھی بہت سارے استفتاء موجود ہیں جو انہوں نے کراچی کے علاوہ سندھ کے دوسرے علاقوں سے بھیجے تھے۔ غالباً "سندھ سے روحانی تعلق کی بنا پر امام احمد رضا خاں کے خاندان کے کئی قریبی عزیز پاکستان بننے کے بعد سندھ تشریف لے آئے خاص کر چچیرے بھائی مولانا سردار ولی خاں اور ان کے بیٹے مولانا مفتی شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ مفتی تقدس علی خاں قادری بریلوی (م ۱۴۰۸ھ ر ۱۹۸۸ء) جن کا مزار بھی پیر جو گوٹھ میں مرجع خلائق ہے اس کے علاوہ آپ کے پوتے مولانا حماد رضا خاں نعمانی میاں (م ۱۳۷۵ھ ر ۱۹۵۶ء) اور آپ کے سگے نواسے محمد سعید خاں جو ابھی ماشاللہ حیات ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں، کے نام قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ آپ کی پرپوتیاں اور پرنواسیاں بھی کراچی تشریف لائیں اور یہاں ہی آباد ہو گئیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمتہ کے وصال کے بعد سرزمین سندھ کے ایک معروف محقق و ادیب نے اہل سندھ کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے جذبات' خیالات کا اظہار ایک جامع مضمون لکھ کر کیا۔ یہ مضمون مولوی اللہ بخش فراق صاحب عقیلی ٹھٹھوی برادر عزیز سابق وزیر خزانہ حکومت پاکستان ایم۔ ایم۔ عقیلی نے اعلیٰ حضرت کے وصال کے ۱۰ ماہ بعد ہی لکھا تھا جو راقم کے خیال میں نہ صرف سندھ کی سرزمین بلکہ موجودہ پاکستان کے خطے سے لکھا جانے والا پہلا مضمون ہے۔ یہ مضمون لاہور کے ماہنامے "تصوف" کی جلد ۲ شمارہ ۳ ستمبر ۱۹۲۲ء ر محرم الحرام ۱۳۴۱ھ میں شائع ہوا جو محمد حفیظ اللہ قریشی نقشبندی مجددی کی زیر ادارت ہر ماہ نکلتا تھا۔ اس مضمون کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے:۔

"بریلی کی اس بزرگ ہستی کے نام سے کون واقف نہیں جن کی تقریروں اور تحریروں کی آواز صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ افغانستان، عربستان اور مصر میں بھی آج تک بشور و زور گونج رہے ہیں۔"

آپ کے اوصاف، فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

"اس مختصر مضمون میں آپ کے اتنے ہی اوصاف اور فضائل بیان ہو سکے اور ان سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کس پائے کے عالم اور مجدد تھے۔ مجھے سیدی مخدومی پیر محمد شاہ صاحب قادری (م ۵ رمضان ۱۳۴۰ھ) کے وہ الفاظ یاد ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ' کے نام نامی اسم گرامی احمد رضا سے بذریعہ علم الحروف "مجدد ماۃ حاضرۃ" ثابت کیا جاسکتا ہے۔

آگے چل کر اپنے مخدوم کے حوالے سے ایک تاریخی مادہ بھی درج کرتے ہیں:

"آپ کی تاریخ وفات پر مخدومی حضرت پیر محمد شاہ صاحب قادری مرحوم نے شاید ایک نظم بھی لکھی تھی لیکن مجھے صرف اتنا یاد ہے انہوں نے آپ کا سال وفات (۱۳۴۰ھ) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے نکالا تھا۔"

آخر میں رقمطراز ہیں:۔

"میں نے آپ کے حالات بابرکات کا یہ صرف ایک مختصر خاکہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض کیا ہے کیونکہ آپ کے وصال کو آج ۱۰ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن کسی نے آپ کے حالات پر قلم نہیں اٹھایا۔ مجھے ہندوستان کے علمائے اہلسنّت عموماً" اور جماعت مبارکہ انجمن رضائے مصطفے بریلی سے خصوصاً" قوی امید ہے کہ وہ آپ کی مفصل سوانح حیات شائع فرمائیں گے۔ آخر میں مجھے صرف

اتنا عرض کرنا ہے کہ ہندوستان کی خاک میں بھی ایسے عالم، ایسے فقیہہ اور ایسے مجدد ہو گزرے ہیں لیکن ہم ہیں کہ غفلت کے پردے ڈال کر ایسی نیند سوئے ہوئے ہیں کہ ان کی اتنی چیخ پکار کا بھی ہم پر اثر نہیں ہوتا۔ ہماری بے قدری اور لاپرواہی میں اسی طور اس مبارک گروہ کے افراد یکے بعد دیگرے چلے جاتے ہیں اور اسلامی دنیا کا یہ رنگ ہوتا ہوا چلا جاتا ہے کہ "مسلمانی در کتاب مسلماناں در گور"

(ماہنامہ تصوف ص ۱۷۔۲۱)

جناب مولوی اللہ بخش فراقؔ عقیلی ٹھٹھوی کا یہ مضمون سالنامہ "معارف رضا" کے دوسرے شمارے میں بھی شامل کیا گیا تھا جو ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ اصل مضمون جو "تصوف" کے شمارے میں شائع ہوا اس کا عکس پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

جناب اللہ بخش فراقؔ عقیلی ٹھٹھوی مرحوم کی خواہش کو سندھ کے ایک فاضل مورخ، محقق، مصنف شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد مسعود احمد صاحب ابن مولانا مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی نقشبندی مجددی خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی (م ۱۳۸۶ھ) نے پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا محدث بریلوی پر ۱۹۷۱ء سے لکھنا شروع کیا اور مسلسل پچھلے ۲۵ برس سے لکھتے چلے آرہے ہیں۔ اس دوران آپ نے کئی تحقیقی مقالات امام احمد رضا پر لکھے جو دنیا کے مختلف انسائیکلوپیڈیا میں عربی، فارسی، انگریزی، اردو زبانوں میں شائع بھی ہوئے اس کے علاوہ درجنوں کتابیں اور کئی سو مقالات، مضامین، تقدیم، مقدمات، پیش لفظ لکھ کر سندھ کی اہلسنت و جماعت کی طرف سے دوستی، عقیدت اور محبت کا حق کردیا آپ کی چند تصنیفات اور تالیفات مندرجہ ذیل ہیں جو محققین کی نظر میں معرکۃ الاراء تصانیف تسلیم کی جاتی ہیں!

۱۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات

۲۔ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں

۳۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی

۴۔ محدث بریلوی

۵۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام

۶۔ گناہ بے گناہی

۷۔ تنقیدات و تعاقبات

۸۔ رہبر و رہنما

۹۔ اجالا

۱۰۔ عالمی جامعات اور امام احمد رضا

۱۱۔ الشیخ احمد رضا خاں بریلوی (عربی)

۱۲۔ آئینہ رضویات (۲ جلد)

راقم نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے حوالے سے بعنوان "کنزالایمان اور دیگر اردو قرآنی تراجم" پر جامعہ کراچی سے آپ ہی کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کی سند ۱۹۹۳ء میں حاصل کی اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی سرپرستی میں دنیا کی کئی جامعات میں محققین ڈاکٹریٹ کے مقالات تحریر کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب آج امام احمد رضا پر اتھارٹی تسلیم کئے جاتے ہیں جو اہل سندھ کے لئے ایک انمول اعزاز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ بخش عقیلی نے امام احمد رضا پر سندھ سے مضمون لکھ کر جس مشن کی ابتدا کی تھی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور امام احمد رضا پر تحقیق کے دروازے کھول دیئے۔

سندھ کے شہر ٹھٹھہ کے ایک قدیم علمی خانوادے کے فاضل جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ علامہ مولانا عبدالباری صدیقی ابن مفتی ٹھٹھہ علامہ عبداللطیف ٹھٹھوی

(م ۱۹۹۳ء) ابن مفتی ٹھٹھہ مولانا مفتی محمد حسین ٹھٹھوی خطیب و مفتی شاہی مسجد ٹھٹھہ نے بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر سندھ یونیورسٹی جامشورو سے آپ کے حالات و افکار پر ۱۹۹۳ء میں سندھی زبان میں مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔

پروفیسر انوار احمد بھی سندھ یونیورسٹی جامشورو سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تحریر فرما رہے ہیں جو جلد ہی منظوری کے لئے پیش کردیا جائے گا اس کے علاوہ دو فاضل پروفیسر حضرات جناب سید رئیس احمد اور محمد اسحاق مدنی جامعہ کراچی سے امام احمد رضا کے حوالے سے ڈاکٹریٹ کے مقالہ جات تیار کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ فاضلہ محترمہ آر۔ بی مظہری سندھ یونیورسٹی جامشورو سے "امام احمد رضا کی ادبی خدمات" کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ لکھ کر ایم فل کی سند حاصل کرچکی ہیں جبکہ ایک اور فاضلہ آنسہ تنظیم الفردوس سندھ یونیورسٹی جامشورو سے امام احمد رضا پر ڈاکٹریٹ کا مقالہ تیار کررہی ہیں۔

امام احمد رضا پر اس کے علاوہ کثیر تعداد میں سندھ کے محققین نے عربی، اردو، انگریزی فارسی اور سندھی زبانوں میں مقالات لکھے ہیں جو معارف رضا کی زینت بنے اور دیگر کئی رسائل میں بھی شائع ہوئے۔ یہاں چند معروف اہل قلم کا نام لکھ رہا ہوں جن کا تعلق اسی دھرتی یعنی سندھ کی سرزمین سے ہے!

پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نقشبندی، ڈاکٹر مدد علی قادری، ڈاکٹر اسحاق ابڑو، ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو، ڈاکٹر جلال الدین نوری، ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری، حکیم محمد سعید، پیر سید فاروق القادری، صاحبزادہ وجاہت رسول قادری، علامہ شمس الحسن شمس بریلوی (ستارہ امتیاز) سید ریاست علی قادری، پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی، ڈاکٹر ایوب قادری، ڈاکٹر عبدالرشید، پروفیسر

مولانا غلام عباس قادری سکندری، صاحبزادہ زین العابدین وغیرہ

سندھ کی سرزمین کے ایک اہل زبان عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد رحیم سکندری شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ تلمیذ خاص حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمتہ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے اردو ترجمہ قرآن "کنزالایمان فی ترجمتہ القرآن" اور اس پر موجود تفسیری حاشیہ خزائن العرفان (محشی حضرت علامہ مفتی محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ۱۹۴۸ء) تلمیذ امام احمد رضا محدث بریلوی کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا یہ ترجمہ ۱۹۹۲ء میں لاہور سے ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے شائع کیا۔

سندھ کے ہی ایک معروف پروفیسر جناب سید شاہ فرید الحق نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کو انگریزی زبان میں منتقل کیا ہے جس کو ۱۹۹۰ء میں کراچی کے مکتبہ رضویہ نے شائع کیا حال ہی میں اس ترجمہ کو ورلڈ اسلامک مشن نے بھی شائع کیا ہے۔

سندھ کی دھرتی کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف استاد ایس 'ای' کالج بہاولپور نے ایک مقالہ بعنوان "مولانا احمد رضا اور سرزمین سندھ" تحریر کیا تھا جو معارف رضا شمارہ سوم ۱۹۸۳ء میں شائع بھی ہوا اس کے علاوہ ڈاکٹر مولانا اقبال احمد اختر القادری صاحب نے ایک مقالہ 'امام احمد رضا وادی مہران میں اور جناب اقبال احمد قریشی ساکن حیدر آباد سندھ نے بھی "سندھ میں اعلیٰ حضرت کے اثرات" کے عنوان سے مقالہ لکھا ہے لیکن یہ دونوں ابھی شائع نہ ہو سکے۔

اہل سندھ کی امام احمد رضا خاں قادری بریلوی سے محبت کا اظہار ان کے نام سے منسوب مختلف مدارس' دار العلوم' لائبریریاں تحقیقی مراکز اور ویلفیئر سینٹر سے بھی ہوتا ہے جن کی کثیر تعداد پورے سندھ میں پھیلی ہوئی ہے اس کی تفصیل کے لئے بھی ایک مقالے کی ضرورت ہے اسی طرح اعلیٰ حضرت کے خلفاء کے خلفاء اور تلامذہ کی بھی کثیر تعداد سندھ میں آباد ہے، جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار ہیں کیونکہ وہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہیں۔

"ماخذ و مراجع"

۱۔ مولانا ظفرالدین قادری بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول ص ا مکتبہ رضویہ کراچی

۲۔ مولانا احمد رضا خاں قادری بریلوی (الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکتۃ البھیتہ" (۱۳۲۳ھ) ص ۳۰۹ مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۳۹۴ء

۳۔ مجید اللہ قادری "قرآن' سائنس اور امام احمد رضا" دوسرا ایڈیشن ص ۱۷ المختار پبلی کیشنز کراچی ۱۹۹۴

۴۔ مولانا حسنین رضا خاں قادری بریلوی "سیرت اعلیٰ حضرت" ص ۴۱ بزم قاسمی برکاتی کراچی ۱۹۸۶ء

۵۔ مجید اللہ قادری "مولانا محمد نقی علی خاں بریلوی" ص ۱۹۴ بحوالہ "معارف رضا" جلد سیزدھم ۱۹۹۳ء المختار پبلی کیشنز کراچی

۶۔ ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو "امام احمد رضا و تجدید و احیائے دین"

بحوالہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء ص ۳۷

اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی مندرجہ ذیل کتب اس تاریخ کا احاطہ کرتی ہیں۔

(۱) گناہ بے گناہی مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء

(۲) فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء

(۳) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء

۷۔ مجید اللہ قادری "فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ" ص ۱۴ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء

۸۔ خواجہ حسن نظامی ہفت روزہ خطیب دہلی مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء بحوالہ ہفت روزہ ہجوم ص ۱۵

۹۔ مولانا محمد اصغر درس (مضمون) "عبدالکریم درس" بحوالہ اخبار جنگ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء کراچی

۱۰۔ مولانا مفتی مصطفےٰ رضا خاں بریلوی "ملفوظات امام احمد رضا" حصہ دوم ص ۱۵۸ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

۱۱۔ ڈاکٹر سید محمد عارف "مولانا احمد رضا اور سرزمین سندھ" (مضمون) معارف رضا جلد ۳ شمارہ ۱۹۸۳ء ص ۲۹۸ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا رجسٹرڈ کراچی

۱۲۔ مولانا محمد صادق قصوری و مجید اللہ قادری "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" ص ۳۶۳ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

۱۳۔ مولانا عبدالکریم درس "ایضاالحق" ص ۸ مطبوعہ کراچی

۱۴۔ مولانا دین محمد وفائی "تذکرہ مشاہیر سندھ" حصہ اول (اردو ترجمہ ڈاکٹر عزیز انصاری) ص ۱۸۸۔۱۸۹ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۱ء

۱۵۔ سید محمد اشرف حسن "محضر جہانگیر" حصہ اول ص ۱۴ مطبوعہ انڈیا

۱۶۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص ۴۴ مکتبہ قادریہ ۱۹۷۶ء لاہور

۱۷۔ مولوی فیوض الرحمان "مشاہیر علماء دیوبند جلد اول ص ۵۱۷ المکتبہ العزیزیہ ۱۹۷۶ء لاہور

۱۸۔ مکتوب سید عابد حسین شاہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۴ء بنام راقم

۱۹۔ مولانا ابراہیم خوشتر صدیقی "تذکرہ جمیل" ص ۱۷۲ مطبوعہ انڈیا

۲۰۔ مولانا صاجزادہ علم الدین القادری العلمی "تذکرہ علمیہ قادریہ" (ص ۳۴۔ ۹۸) مطبوعہ کراچی
۲۱۔ صاجزادہ فرید الدین قادری "رسالہ محراب و منبر" خاص نمبر کراچی
۲۲۔ مولانا حافظ غلام رسول القادری "کلیات قادری" ص ۴۴ مطبوعہ کراچی
۲۳۔ صاجزادہ علم الدین قادری "تذکرہ علمیہ قادریہ" ص ۹۴ مطبوعہ کراچی
۲۴۔ مولانا جلال الدین قادری "آل انڈیا سنی کانفرنس" ص ۳۲۳۔۳۲۸ مطبوعہ لاہور
۲۵۔ امام احمد رضا خاں بریلوی "فتاوی رضویہ" جلد سوم ص ۵۴۷ مکتبہ رضویہ کراچی
۲۶۔ عبد الحیٔ لکھنوی "نزہتہ الخواطر" الجزالثامن ص ۵۲۲ مکتبہ خیر کثیر کراچی ۱۹۸۶ء
۲۷۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد "امام احمد رضا اور عالم اسلام" (تقریظ مولانا ہدایت اللہ) ص ۱۲۰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۳ء
۲۸۔ ایضاً" (ترجمہ عبد الرحمان ٹھٹھوی ص ۱۷۳)
۲۹۔ سید مغفور القادری "عباد الرحمان" (تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف) ص ۷۵ ۔۷۸ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱ء
۳۰۔ پیر عبد الخالق قادری "مختصر سوانحی خاکے" ص ۲ حافظ الملت اکادمی خانقاہ بھرچونڈی ڈھرکی ۱۹۹۳ء
۳۱۔ ایضاً" ص ۳۔ ۴
۳۲۔ سید مغفور القادری "عباد الرحمان" ص ۱۰۴ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱ء
۳۳۔ ایضاً" ص ۱۱۴۔۱۱۷
۳۴۔ امام احمد رضا خاں قادری بریلوی "فتاوی رضویہ" جلد ۱۰ ص ۵۷۹ مکتبہ

رضویہ کراچی
۳۵۔ سید مغفور القادری "عباد الرحمان" ص ۱۱۸۔۱۱۹ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱ء
۳۶۔ محمد دین کلیم قادری "مشائخ قادریہ" ص ۲۳۹ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۶ء
۳۷۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنّت" ص ۱۵۸ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۹۷۶ء
۳۸۔ سید مغفور القادری "عباد الرحمان" ص ۲۱۹ فرید بک اسٹال لاہور ۱۹۹۱ء
۳۹۔ مولوی دین محمد وفائی "تذکرہ مشاہیر سندھ" (ترجمہ ڈاکٹر عزیز انصاری) ص ۲۴۸ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۹۱ء
۴۰۔ مجید اللہ قادری، وجاہت رسول قادری "یادگار سلف" ص ۱۱۳ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۱ء

مولف

ڈاکٹر مجید اللہ قادری (گولڈ میڈلسٹ)

بی ایس سی آنرز و ایم۔ایس۔سی (ارضیات)

ایم۔اے، و پی ایچ ڈی (علوم اسلامی)

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ارضیات جامعہ کراچی

مولف نے اب تک مندرجہ ذیل مقالات تحریر کئے ہیں جو معارف میں شائع ہوئے ہیں :

۱- اردو ادب کی تاریخ فروگزاشت — معارف رضا ۱۹۸۷ء
۲- فتاوی رضویہ کا موضوعاتی جائزہ — معارف رضا ۱۹۸۸ء
۳- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا — ۱۹۸۹ء
۴- فقیہ اسلام بحیثیت عظیم شاعر و ادیب — ۱۹۹۱ء
۵- فتاوی رضویہ جلد نہم (ایک جائزہ) — ۱۹۹۲ء
۶- مولانا محمد نقی علی خاں قادری بریلوی — ۱۹۹۳ء
۷- امام احمد رضا اور علمائے بھرچونڈی شریف — مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۳ء
۸- امام احمد رضا اور علمائے کراچی — معارف رضا ۱۹۹۴ء

تالیفات :

۱- آئینہ رضویات (جلد اول)
۲- صاحب فیض رضا (سید ریاست علی قادری) مرتبین : مجید اللہ قادری/ وجاہت رسول قادری
۳- یادگار سلف (مولانا تقدس علی خاں) ایضا
۴- تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت — مولانا محمد صادق قصوری/مجید اللہ قادری
۵- حاشیہ نگاری (جلد دوم) مجید اللہ قادری

دیگر مقالات :

۱- مقدمہ سیرت النبی (کمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۲- مشاہدہ مطالعہ (جہان شمس)
۳- "اصلاح معاشرہ اور امام احمد رضا ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مقالہ زیر طبع

۱- کنز الایمان اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم (مقالہ پی ایچ ڈی)

اسلامی مطبوعات کا مرکز

المختار پبلی کیشنز

فون: ۷۷۲۵۱۵۰
۷۷۷۱۲۱۹

۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی ۷۴۴۰۰ (پاکستان) پوسٹ بکس نمبر ۴۸۹ ٹیلی گرام "المختار"